

آؤ لوگو کہ ہمیں نور خدا پاؤ گے۔۔۔ لوتھیں طور نشلی کا بتایا ہم نے

# ریو لو اف رلیجنز

یعنی

دن کے کمانڈا ہسٹری پر

جلد ۵ ————— نمبر ۲

بابت ماہ فروری ۱۹۰۶ء

## فہرست مضامین

۱۔ سود ۴۷ - ۶۳	۲۔ ریو لو - الفرقان تعلیم الاسلام
۲۔ اسلام نمبر (۷) بجواب پادری	تحفہ احمدیہ - خیال الاسلام - ۸۱
سیل ہجرت ۶۲ - ۷۸	ربا والہامات حضرت
۳۔ اسلامی خطرہ ۷۹ - ۸۱	مسیح موعودؑ - ۸۲

قادیان ضلع گورداسپور سے - ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء کو میگزین کو اختتام سے شائع ہوا - چند سالانہ

# اشاعت اسلام

اسی میگزین میں نیز دوسری جگہ ذکر کیا ہے کہ مفت رسالہ بھیجنے کا طریقہ کیا مفید ثابت ہو رہا ہے اور یہی انداز لوگوں کے دلوں میں جنگو ایسے رسالے پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ کیا تبدیلی پیدا ہوتی ہے جس کی ایک مثال مشہور ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ٹرائے کا ایک مضمون ہے جو امریکہ کے ایک میگزین میں چھپا ہے۔ اس کا ذکر میں نے اسی رسالہ میں "اسلامی خطرہ" کے عنوان کو نیچے کیا ہے۔ ایسا ہی نیوزیلینڈ کے اخبارات میں بھی اسی قسم کا ذکر پایا جاتا ہے۔ منجملہ ان لوگوں کو جن کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔ ایک ایڈیٹر ہیں جن کا نام مس ایس اسے رجو ہے اور جو پانچویں کے رسالہ والی ہیں ایک نازہ خط میں وہ لکھتی ہیں میں ریڈیو آف نیلینڈز کو بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ سب مضامین آپ کی ہی لکھے ہوئے ہوتے ہیں جو مضامین غلامی پر اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں وہ لوگوں کی آنکھیں کھول دے گا میں جو غلط خیالات کو نیچے دے رہی ہوں۔ اور نقد و ازدواج پر جو مضمون لکھے گئے ہیں وہ بہت معقول ہیں۔ میں یہ بھی دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ حضرت مسیح کی قبر اس مقام پر جہاں آپ رہتی ہیں کتنی دور ہے۔ میڈیٹلس میں اس مقام کا نام تلاش کیا مگر پتہ نہیں ملا۔ تیسویں صوفی دلے بھی کہتے ہیں کہ مسیح ہندوستان کو گیا تھا اور وہاں فوت ہو گیا۔ یہ بھی بہت قابلِ قہر امر ہے میں بھی یہ یقین نہیں کر سکتی کہ اس نے منیب پر جان دی ہو۔ اگرچہ بڑی مدت سے بڑے حصہ میں یہ بات اس کے متعلق شائع کی گئی ہے لیکن اب جو عالمان حق سچائی کی راہ کو دیکھیں گے تو اس سے مروجہ عیسائیت کی جڑ سے کٹ جائیگی۔۔۔۔۔ ریڈیو آن نیلینڈز کا نومبر سالہ بھی پہنچا اور میں نے اسے پڑھا ہے۔ وہاں پانچویں اس میں لکھا گیا ہے اس سے نیچے بہت سا نیا علم حاصل کیا ہے۔ مگر یہ میگزین اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانا ہے میں یقین رکھتی ہوں کہ اکثر حصہ اس تعلیم کا جو عیسائی مذہب میں دی گئی ہے اس کی تعلیم نہیں بلکہ وہاں کی تعلیم سے عیسائی سلسلہ کو ان خاتمہ کے دونوں میں بہت سے عیسائی اس سچائی کو محسوس کر رہے ہیں جو مسیح (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سکھائی ہے۔ ایسا ہی ایک دوست کی فیاضی سے جس نے اپنا نام ظاہر کر نیسے منع کیا ہے۔ گذشتہ سالوں کی جلدیں یورپ اور امریکہ میں ایسے لوگوں کو بھی گئی تھیں جن کے نام مسٹر کوکیم اور بے نے لکھے تھے اور خوشی کا مقام ہے کہ ان سب لوگوں نے اس رسالہ کو پڑھا اور خوشی کے خطوط لکھے اور آئندہ رسالہ کے ان کے نام نیچے جانکی خواہش ظاہر کی ایک صاحب لکھتی ہیں میں آپ کا بہت ہی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری نام ریڈیو آن نیلینڈز کو رسالے بھیجے جو بہت ہی مفید اور دلچسپ ہیں کسی نے لکھا ہے میں ان رسالوں کو پڑھ کر نہایت ہی خوش ہوا ہوں، "کسی نے لکھا ہے کہ میں نے انکو خوشی اور دلچسپی سے پڑھا ہے اور ابھی میں انکو دوبارہ اور بھی غور سے پڑھنا چاہتا ہوں" غرضیکہ یہ سلسلہ بہت مفید ثابت ہو رہا ہے ہمارے اجاب کو بھی پوری سرگرمی سے اس سلسلہ کو جاری رکھنا چاہیے۔

فاکسار۔ منیجر

# بسم الرحمن الرحیم

## نسخہ و فصلی علیٰ رسولہ الکریم

### سود

عیسائی مذہب کی زالی اصطلاحات کا ہم مشرقی لوگوں کیلئے سمجھنا بھی مشکل ہے انگریزی زبان میں آجکل سود کے متعلق دو الگ الگ لفظ ہیں جنکو معنوں کے لحاظ سے سود ناجایز اور سود جایز سمجھ کرنا پڑتا ہے مگر جنہیں اصل فرق صرف شرح سود کا زیادہ یا کم ہونا ہے یہ امتیاز زمانہ حال کی ایجاد ہے اور زمانہ قدیم میں اسکی کوئی اصلیت نہیں پائی جاتی قدیم زمانہ میں ایک ہی لفظ سود کے لئے چلا آیا ہے جس سے مراد ایسا منافع سمجھا جاتا تھا جو زر نقد کے استعمال کو غرض مجبوری ادا کیا جاوے گا اور اگر کسی شرط کیجا دے اور ان میں اس کردی مراد ہوتی تھی جو اپنے دجانیہ سے ہر صرف حق پر کر جہاں زیادہ شرح سود کی سود کے ان قدیم معنوں میں داخل تھی سود جایز میں ایسا نہیں ہے لیکن زمانہ حال میں اس لفظ کو جو ہمیشہ سود کے لئے مستعمل ہوتا رہا ہے صرف سود کی ان قسموں کے مخصوص کر دیا گیا ہے جنکی شرح بہت بھاری ہو یا جو بھاری سود محتاج یا فضول خرچ لوگوں کو دیا جاوے گا اور جو سود معمولی طور پر لیا جاوے اسکے لئے ایک نئی اصطلاح تراش کر اسکا نام سود جایز رکھا گیا ہے یہ چھوٹا امتیاز صرف عیسائی مذہب کی دنیا پرستی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے چونکہ اس مذہب کی ہمدردی انسانی کا عنصر سود کو جایز نہیں ٹھہرا سکتا تھا اسلئے مدت عرصہ تک یعنی یورپ کے درمیانی زمانہ کے اختتام تک صرف یہی بات تھی کہ سود کی اجازت نہ تھی بلکہ پیشوایان عیسائی مذہب اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے سود کی اس قطعی ممانعت کا نتیجہ ہوا کہ عیسائیوں میں یہودی قرض خوردار لڑی قوم نگہی معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ عیسائی مذہب میں انسانی اخوت کے قایم کر کے بڑے بڑے بڑے عیسائی اپنے ہم مذہبائی کو بھی قرض حسنہ نہیں دیکھتا تھا پس سود کی اس نفرت سے عیسائیوں کو کوئی فائدہ پہنچا حالانکہ انکو علم تھا کہ درجستہ قرض انکی اس سہ نہ پھیر مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے اس کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ بجائے برادرانہ ہمدردی کے خیال کو اس سنگدلی پیدا ہوئی کہ یہودیوں کی دولت دیکھ کر جو دنیاوی لالچ عیسائیوں کو پیدا ہوا اسکے سامنے پادریوں کی اس سود کے متعلق مخالفت کی کوئی پیش گوئی اگرچہ بچاوری یہودیوں کو تو اسکا سوا ذمہ صرف انڈارسانی جسمانی تکالیف جلا وطنی اور قتل کی شکل میں ہی دیا جاتا تھا سنہ ۱۹۲۹ء میں یہودی بڑی بے رحمی کے انگلستان کو نکالے گئے اور انکی جگہ عیسائی ہتھوڑے سود پر قرض دینا شروع کیا لیکن پھر بھی کچھ عرصہ بعد سود کی نفرت کم نہیں ہوئی کیونکہ انگلستان کے مشہور مصنف شکسپیر کی تصنیف میں جو تصویر کشائی لاک ایک یہودی سردنور کی کھینچی گئی ہے وہ سود خوری کی خوفناک خرابیوں کا پورا آئینہ ہے اگرچہ سود خوری اسی وقت سے

ہو گئی کہ سود خوری خفیہ یعنی عیسائی لوگ کھلم کھلا سود نہ لے سکتے تھے اور نہ ہی سود لے کر عدالتوں میں چارہ جوبی کر سکتے تھے اور قانون نے اس سود خوری کی واسطے موجودہ مان کی اصطلاحات جائز و ناجائز سود کی قایم نہیں کی تھیں بلکہ ایسے عجیب و غریب لکھنے اور جائز ٹھہرا کر تھا جو قرضدار کے حق میں یہودیوں کے زیادہ سود لینے کی نسبت اکثر زیادہ مضر ہوتے تھے چنانچہ اس میں تصنیف لکچر لکے بر قانون سکالینڈ میں لکھا ہے کہ حج روپیہ پر سود نہیں دلا سکتے تھے کیونکہ یہ خلاف قانون اور اخلاقی بدی اور مصلحت کے حق میں ظلم تھا لیکن ہر جائز اور قرضدار کی وقت مقرر پر نہ ادا کرنے کے بہانے اصل قرض سے دو چہرہ رقم کی ڈگری دے جاتی تھی (دیکھو انشکا پیڈیا ریٹا نیٹیکا جلد ۲ صفحہ ۱۹)

اگر عیسائی مذہب کی تاریخ پر غور سے نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں کسی خرابی کے استدرا میں کام رہا وہاں اس میں ایک سخت اور نرم صورت کا فرق قائم کر کے اسکو جائز قرار دیا گیا اگر اس طرح جائز قرار دیا گیا کبھی کسی خرابی کے استدرا میں اسکو کامیابی نہیں ہوئی عیسائی مذہب یا یوں کہو کہ عیسائی ممالک اعتدال و شراعت و شریعت اور کثرت شراعت و شریعت کے مابین اور شریعت یا شریعت کیساتھ قمار بازی کے درمیان اور ایسا ہی ایک معمولی شرح پر سود لینے میں ایک فرق قائم کرتے ہیں اگر ایسا امتیاز کرنا چاہیے تو ان صورتوں میں فائدہ ہوا ہو تو اسید ہو سکتی ہے کہ تیسری صورت میں بھی فائدہ ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال و شراعت و شریعت کی صورت زیادہ شراعت و شریعت کی عادت پیدا ہوتی ہے اور کھوڑی تھوڑی رقموں کے قمار بازی کرنے کرنے خطرناک قمار بازی کی عادت پڑتی ہے کیونکہ ابتدا ہی سے کھوڑے ہو جاتی ہے پھر اگر وہ بدی ہو تو اس بدی میں انسان ترقی کرتا چلا جائیگا اور اگر نیکی ہے تو نیکی میں ترقی کرتا چلا جائیگا قدرت انسان کو ترقی کے لئے پیدا کیا ہے وہ ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں خرابیاں یعنی شراعت و شریعت اور قمار بازی عیسائی ممالک میں خطرناک طور پر پھیل گئی ہیں کیا ان دونوں کا کبھی کسی عیسائی کے دل میں خیال نہیں آیا؟ سچ تو یہ ہے کہ ایسی خرابیاں ہیں جو جڑ سے ہی نکال ڈالنی چاہئیں لیکن اگر صرف شاخ تراشی کیجاو گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ شاخیں اور بھی زیادہ نکلیں گی اور خرابی پہلے سے بھی زیادہ زور پکڑے گی رانعات اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے اور عیسائی ممالک میں جو شراعت و شریعت اور قمار بازی کا زور ہے اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ اعتدال سے شراعت و شریعت اور چھوٹی چھوٹی رقموں کے قمار بازی جائز رکھی گئی ہے۔ بلکہ ممالک میں انکو سوسائٹی کی ضروریات قرار دیا گیا ہے جائز اور ناجائز سود خوری ایک ہی بدی کی دو صورتیں ہیں ممکن ہے کہ ایک صورت میں اس کم خرابی پیدا ہو اور دوسری جگہ میں زیادہ کم خرابی ہی ہو جو خرابیاں ناجائز سود خوری یعنی زیادہ سود لینے سے کثرت پیدا ہوتی ہیں وہ ٹھوڑے سود کے قانوناً وار کھنے سے بھی ضرور پیدا ہوگی اگرچہ کسی حد تک کم ہوں لیکن جو بڑا نقصان اس سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ایسا امتیاز ممکن ہی نہیں اور نہ عملاً رکھا جاسکتا ہے جب ایک فہم دوازہ کھل گیا تو کوئی ایسی حد بندی شرح کی نہیں ہو سکتی جس کے مطابق سود لگایا جاوے اور نہ ایسی صورتوں کی کوئی تعین کی جاسکتی ہے جن میں سود پر دیا جائے۔

زیادہ سود لینے کو اب بھی اخلاقی خرابی اس وجہ پر گناہ مانا ہے کہ اس میں میر جی سختی اور تباہی ہے مگر جو سود جائز



رکھا گیا ہے۔ اسکی امید میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ صورتیں ناجائز سود خوری کے مختلف ہزار زمانہ حال کی تجارتی ضروریات پر  
 ہے۔ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ابتدائی اور درمیانی زمانہ میں وہ یہ محتاجی کی وجہ سے قرض لیا جاتا تھا اور چونکہ قرض کی ادائیگی  
 کی اس قدر قوی نہ ہوتی تھی اسلئے قرضخواہ لوگ ان اشخاص سے جو واقعی قابل تم ہو سکتے تھے بھاری سود لیتے تھے لیکن اب یہ  
 صورت نہیں ہے اور وہ یہ سود کو تجارتی اغراض کی خاطر قرض لیا جاتا ہے اور جو سود اس پر لیا جاتا ہے وہ تجارتی منافع کا ایک حصہ  
 بچھا جاسکتا ہے اب اگر یہ سچ بھی ہو کہ آجکل سودی روپیہ کالین بن زیادہ زنجاری اغراض کیلئے ہے اگرچہ کم زرم  
 ہندوستان کی صورت میں تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے تاہم کسی شہادت کے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ جس قدر زیادہ سود خوری  
 سے غلبہ ہو رہی ہے وہ وہ اب نہیں ہے دنیا میں اب بھی مفلس بکثرت ہیں جنکو اگر بلا سود قرض نہ ملے تو ان  
 سود کی جس شرح پر قرض ملے لینا پرہیز اور جب ایک نفع ایسا قرض لے لیتے تو پھر مشکل سے ہی کوئی ایسی صورت ہوگی  
 بلکہ قریباً ناممکن ہوگا کہ وہ قرضخواہ کے سنجہ سے نجات پاسکیں فضول شیخ لوگ اب بھی دنیا میں موجود ہیں بلکہ بہت زیادہ  
 ہو گئے ہیں جو قرضہ لینے سے نہیں جھجکتے خواہ کیسی ہی بھاری شرح سود پر لے جتنا کہ ایسا قرضہ ضروری ہو سکے اگرچہ  
 ایسے قرضوں کا انجام بھیسا کہ بظاہر معلوم ہو سکتا ہے آخر کار واقعی تباہی ہو کر رہتی ہے جو سود تجارتی اغراض کے قرضہ پر  
 لیا جاتا ہے خود کیسا ہی بے ضرر اور ضروری معلوم ہو مگر اس میں شک نہیں کہ جب تک کسی قسم کے سود کو بھی جائز دکھا جاوے گا سود  
 خوری کی خرابی سوائے اس کے دور نہیں رہے گی اور اخلاقی خرابی کا دھبہ اس قانون پر لگے گا جو سود کو جائز قرار دے گا زیادہ  
 سود لینے کو برا کہنا اور نقد سود لینے کو برا کہنا منہ سے ایک خرابی کو برا کہنا اور عملی طور پر اسکو دنیا میں پھیلا دینا کوئی  
 بہتر صورت نہیں ہو سکتی جسکی رو سے ایسے قرضہ میں جو تجارتی اغراض کیلئے لیا جاوے اور اس روپیہ میں جو اختیار کے کھولت  
 یا عبادتی کی خاطر قرض لیا جاوے فرق ہو سکے اور جس میں بغیر صورت میں سود کی وجہ سے خرابی کا پیدا ہونا مانا جاتا ہے تو گویا صاف طور پر  
 جو اس سود اصولوں کی خرابی کو تسلیم کیا جاتا ہے علاوہ برائے یہ سمجھ نہیں آتا کہ کیونکر ایک قسم کے سود کو اخلاقی خرابی کہا جاتا ہے  
 اور دوسری قسم کی سود خوری کو ضروری اور جائز ٹھہرایا جاتا ہے جب کہ ہر دو کے مفہوم کا اصل ایک ہی ہے کہ کس طرح قیاس میں دے  
 کہ ایک شخص کا فعل جو دس فیصدی سود لیتا ہے جائز یعنی اخلاق کے رو سے درست ہے اور ایک دوسرے شخص کا فعل جو بیس  
 فیصدی سود لیتا ہے ناجائز یعنی ایک اخلاقی خرابی ہے اگر عیسائی اقوام کی ترقی کی یہی رفتار رہی کہ آج تھوڑی شراب نوشی جائز  
 ہو گئی کل کہ تھوڑی تھوڑی بازی تیسرے دن تھوڑی سود خوری چوتھے دن تھوڑی زنا کاری تو وہ دن بھی آجائے گا جو ہر  
 ایک قسم کی بدکاری تھوڑی تھوڑی جائز کرنے کرتے آخر اسکی کثرت کو بھی جائز کر دیا جاوے گی کہ جس قدر بد کاریوں کی  
 باتیں تھیں ان سب کو تو ایک حد تک جائز قرار دے لیا ہے۔ باقی بدیاں خود ان سے پیدا ہو  
 جائیں گی۔

جس دلیل کی رو سے عیسائی ممالک نے سود کو قانوناً جائز قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ مذہب کسی شخص کے ان حقوق

میں کوئی دست اندازی نہیں کر سکتا جو اس کو اپنے رویہ استعمال کی اجازت دیکر اپنی دولت بڑھانے کی واسطے ماحصل ہیں اور یہ کہ عیسائی مذہب میں جو ممانعت تھی وہ ایک متوسط حد کے سود کی بابت نہ تھی بلکہ ایسی بھاری شرح کے سود کے واسطے تھی جس سے قرضدار کی تباہی ہو اسی طرح یہ عیسائی کہ میزا بھی بیان کیا ہے عیسائی ممالک کے اور کئی خرابیاں قانوناً جائز ٹھہرا دی ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ گاہے گھوڑی سی شراب پی لینا کوئی نقصان نہیں کرتا بلکہ محنت سے نکلے ہوئے انسان کی واسطے ایک مفوی دوا کا کام دیتی ہے اور قمار بازی بھی اگر کبھی کبھی اور گھوڑی گھوڑی رقوم کی شرط پر کجاوہ تو کوئی ضرر نہیں کرتی بلکہ داعی یا جسمانی محنت کے بعد راحت پہنچاتی ہے بعدہ انہی دو وجوہات پر جواز سود کی دلیل پیش کی جاتی ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ متوسط درجہ سود سے وہ خرابیاں نہیں پیدا ہوتیں جو بھاری سود خوری کی جو ممنوع ہے پیدا ہوتی ہیں بلکہ اس کے کثرت شعلی اور پس انداز کوئی تحریک ہوتی ہے اس کا ہرے کہ عیسائی مذہب کے ایک سچے مذہب کا کام نہیں دیا اور نہ اس کا بلکہ ہی اس کا اثر عیسائی قوموں پر بہت ہی کمزور ہے کیا دنیا میں صرف شراب ہی ایک نفی دوا ہے؟ اور صرف قمار بازی ہی ایک تفریح گئی ہے؟ اور صرف سود پر روپیہ چلانا ہی ایک تحریک پس اندازی کے واسطے ہے؟ نہیں بلکہ اور بھی بہت سی طریقے ہیں جن سے یہی اغراض پوری ہو سکتے ہیں سچے مذہب کا یہ کام ہے کہ ایک طرف تو انسانوں کو ان راہوں کے روکے جن پر علیحدہ ہر تباہ سو یا ان کی اخلاقی یا روحانی ترقی میں فرق آدے اور دوسری طرف ایسی راہیں پیش کرے کہ جن پر کل انسان اس دنیا میں بھی اقبال مند ہوں اور ساتھ ہی ان کی اخلاقی اور روحانی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے لیکن یہ کہنا کہ مذہب کو نہیں چاہیے کہ کسی شخص کو ایسے فرائع اختیار کرنے سے روکے جن سے اسے خود کوئی خوشی یا فائدہ پہنچ سکتا ہے خواہ ان کے نتائج کیسے ہی مضر اور مملک کیوں نہ ہوں گویا بدربوں کے خطرناک سیلاب کا بندھنا ان کے لئے کھول دینا ہے میں کچھ کہتا ہوں کہ مذہب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ ہر ایک ممکن طریقے سے دنیاوی فائدہ ہی پہنچا دے خواہ اخلاقی اور روحانی حالت پر اس کا کیسا ہی برا اثر ہو بلکہ مذہب کا مدعا یہ ہے کہ اخلاقی اور روحانی ترقی کمال کو پہنچے اور اس اخلاقی اور روحانی ترقی میں کوئی چیز اسکی سدا رہ نہ ہو اگرچہ دنیاوی اغراض کا کسی قدر نقصان بھی ہو کیونکہ اگر مذہب کا اصلی منشاء انسان کی اخلاقی اور روحانی تکمیل ہے تو دنیاوی فوائد پر اخلاقی فوائد کو مقدم رکھنا پڑے گا جہاں پہلا ان میں سے دوسرے کے سدا رہ ہو۔

اس مضمین کو زیادہ واضح کرنے کے لئے میں اسکی اور بھی تشریح کرتا ہوں انسان کے ذمہ دو قسم کے فرائض ہیں ایک خدا تعالیٰ کے متعلق اور دوسرے انسانوں کے متعلق اور مذہب کا یہ کام ہے کہ ان ہر دو قسم کے فرائض کے ادا کرنے کی سہولت دے تاہم ہر ایک انسانی غرض میں یہ دونوں امر ملحوظ رہنے چاہئیں انسانوں کے متعلق فرائض کے لئے بایوں کو کہ سو اچھی کی سہودی کے واسطے بعض حقوق دنیاوی فوائد کے انسان کو ترک کرنے پڑیں گے اسی اصول پر سود خوری کو برا کہا جاتا ہے اور اسی اصول پر معمولی سود خوری بھی ترک کرنی چاہیگی

جب کوئی شخص کسی جلسہ کو فرض نہ کیا ہے اور اس کا اپنا اصل دیکھنے والے کی پوری امید نہیں ہوتی ہے تو ظاہر صورت میں وہ اپنے سر پر یہ کو زیادہ خطہ میں ڈالتا ہے نسبت اس شخص کے جو تجارتی غرض کی واسطے کسی کو روپیہ دیتا ہے کیونکہ ایسے شخص کو تجارتی مال ایک اپنا روپیہ وصول کرنے کی امید نہ ہوتی ہے یوں کہ امریکہ والوں کے اخلاقی معیار کے بموجب جو شخص نقصان کے زیادہ خطہ میں پڑے وہ زیادہ شرح پر سود لینے کا مستحق ہے اور حقیقت میں تجارتی کاروبار میں ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جہاں سود کی شرح کی کمی بیشی مفروض کے اعتبار پر موقوف ہوتی ہے پس اگر جواز سود کی دلیل کو صحیح سمجھا جاوے تو سود کی بیماری شرح میں جنگونا جائز سود فوری کے نام سے پکارا جاتا ہے کسی صورت میں قابل غرض نہیں ہو سکتیں لیکن مذہبی انتظامی معیار کے بموجب اس سوال کی صورت ہی اور یہ بشرطیکہ دنیا پرستوں کے اخلاقی معیار کا رنگ اس پر نہ پڑھایا جاوے مذہب ہکو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر ہمارا بھائی حاجتمند ہو اور ہم اس کی مدد کر سکتے ہوں تو ایسی صورت میں اس کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے نہ سبب نہ سرفہر ہی تیار آہ کہ ایسی حالت میں ہم بلا سود و منہ دینا چاہیے بلکہ ہمیں سخاوت کی طرف بھی بلاتا ہے اس میں شک نہیں کہ جب ہمارا بھائی حاجتمند ہو تو ایک بڑا عمدہ موقع ہے کہ بڑی بڑی شرح سود پر مجبورہ ادا کرنے کو تیار ہو ورنہ دیکر ہم اپنی دولت بڑھاویں لیکن یہی وہ موقع ہے کہ ہمدردی کا اظہار عملاً کیا جاوے کسی قسم کا نقصان اٹھانیکے بغیر تو ہم کو ہی ہمدردی کا کام بھی نہیں کر سکتے پس اگر کام کاموں میں ہمارا دینا دینی مفاد ہی ہو تو ہمدردی انسانی کا مادہ بہت سادہ معدوم ہو جاوے گا حالانکہ اس نیکی کی قوت کو عمل میں لانا مذہب کے رُوح سے ایک بڑا فوری فرض ہے۔

عیسائی ممالک کا سود خوری کو قانوناً ناجائز ٹھہرانا اس امر کو ثابت کرنا ہے کہ یا تو عیسائی مذہب نے انیس کے جنس کے متعلق جو انسانی نزاعیں ہیں انکی حقیقت ہی نہیں سچی ایمانیت ہی دلیل ہو کر اپنے پیروں کے دینا دی اعتراض کی سختی اختیار کر لی۔ اس مسئلہ کی ایسی چال فتنہ باز کرنا بڑی ہی عجیب ہے جو انسانی مساوات کی بات کی طرف میلان رکھتا تھا یا تو بیسویں کے زمانہ کی نسبت اب خدا کی بادشاہت کا حاصل کرنا زیادہ آسان ہو گیا ہے یا عیسائی اپنے خدا کی بادشاہت کے سوا کوئی اور بادشاہت تلاش کر رہے ہیں استاد صاحب نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ”جو کوئی تم میں اپنے سارے مال سے گناہ نہ کرے میرا شاگرد نہیں ہو سکتا“ (لوقا ۱۴: ۳۳) لیکن اب وہ لوگ اس کے شاگرد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جنکو موقع ملے تو اپنے بھائیوں کا سارا مال لے لینے میں بھی کوئی تامل نہیں کرتے استاد کی تعلیم کے بموجب یہ ضروری تھا کہ دولت مندانہ اپنی ساری جائیداد فروخت کر کے جو قیمت وصول ہو وہ غریب کو دے دے تاکہ وہ آسانی بادشاہت میں داخل ہو سکے قابل ہو جاوے لیکن اکی بیسویں صدی کے شاگرد ایک طرف تو اپنی کھاریستکاری کے قوانین کی اسکی تعلیم کو روکتے ہیں اور دوسری طرف اس بادشاہت میں داخل ہونیکا ذریعہ صرف یہ قرار دیتا ہے کہ ہر ایک ممکن طریق سے اپنی دولت بڑھائی جاوے خواہ اس سببی نوع پر کسی ہی سختی اور زیادتی آوے اس مذہب کی حالت بہت ہی قابل افسوس ہے جسکا بانی اس کے اپنے قول کے بموجب ایک پہلو میں جس سے بڑھ گیا اور اس کے پروردگار پہلو میں جس سے گزر گئے۔

مذہب اسلام اور اسکے پیروں کیلئے ہر صورت میں سرمایہ زروی کا زین اصول مقدم تھا اس سچے اور عظیم الشان مذہب اسلام  
 نے نہ تو سود کو ناجائز کر کے کسی ایسے حقوق سے جو اسے اپنی جائداد کے متعلق حاصل ہیں انکار کیا ہے بلکہ ہر شخص کو اسکی محنت  
 اور ہنر کی کمائی کا مالک قرار دیا ہے اور نہ ہی خود غرضی کے تمام مطالبہ پورا کرنے اور اپنی دولت کو ترقی دینے کے تمام مسائل  
 کو جائز ٹھہرا دیا ہے ممکن ہے کہ بعض اوقات کسی کے دنیاوی فائدہ کا اخیر نتیجہ اسکا اپنا یا سواسٹی کا نقصان ہو یا کسی بنی  
 نوع انسان پر سختی طاری ہوتی ہو تو ان صورتوں میں ایسے شخص کو ایسے مفاد کے حصول سے منع کیا گیا ہے اسی اصول پر  
 قمار بازی کی ممانعت ہے جسکی نسبت قرآن میں یوں آیا ہے کہ اسکا نقصان اس کے نفع سے بدرجہا بڑھتا ہے۔ جو  
 بعض وقت حاصل نہ ہو ممکن ہو اور اسی اصل پر ہی قسم کے سود کو قرآن شریف حرام ٹھہرایا ہے کیونکہ اس میں غریب پر سختی ہوتی  
 ہے جسے جو وہ پیہ نکال کر ان لوگوں کی اچھڑوں میں جاتا ہے جیسے پاس پہنچی بہشت نہ ہو بلکہ مذہب اسلام کو اس مسئلہ کو حل کرنا منطوق  
 نہ تھا کہ جو پہلے ہی دو اہمندیوں میں زیادہ دوست من کیونکہ بنجادیں بلکہ یہ کہ غریب کیونکہ نیک رہ کر اسایش سے زندگی بسر کر سکیں  
 اور اس مسئلہ کے حاصل کر نیکی واسطے ضروری تھا کہ سود کی ممانعت کیجا ورنہ شاید یہ اعتراض کیا جاوے کہ اس مسئلہ کو مذہبی رنگ  
 دینے کی کیا ضرورت تھی بلکہ عدالت نے عموماً دیوانی کے اختیار پر چھوڑ دینا کافی تھا جو ایسی حالتوں میں کوئی سود نہ دلائیں  
 جہاں غریب پر سختی کا احتمال ہوتا اور تجارتی معاملات میں دو دلیا جاتا یا ایسا نہ ہوتا اصل میں نہ دلی کی حقیقت کو نہ سمجھنے سے پیدا  
 ہوتا ہے اول تو تجارتی سود خواہ موجودہ تجارتی حالات کے واسطے کیسا ہی ضروری معلوم تھا ہوا ان بدستار سے خالی نہیں  
 ہے جو خاص سود خوری کے معاملات میں پیدا ہوتے ہیں تجارت کا انحصار صرف سرمایہ پر ہی نہیں اس کے لئے محنت  
 بھی درکار ہے اور اسلئے نفع یا نقصان میں دونوں کو شریک ہونا چاہیے لیکن جو قانون سود کو جائز ٹھہراتا ہے وہ سرمایہ دار  
 کو منافع کا حصہ نودالامہ لیکن نقصان میں شریک نہیں کرتا اور سارا نقصان کا تحمل اس شخص کو ہونا پڑتا ہے جو محنت اور  
 ہنر خرچ کرتا ہے بلکہ سارا نقصان سرمایہ دار کو برداشت کرنا پڑتا تو بات کسی قدر معقول ہوتی کیونکہ وہ ایسے نقصان کا تحمل  
 ہو سکتا ہے اور اس کے تو صرف سرمایہ ہی کی بقدر کمی ہوتی لیکن سارا نقصان محنت دار پر ڈالنا عین انصافی ہے کیونکہ اگر کسی  
 کل کی کل محنت ہی اہمیت کی بلکہ ساتھ ہی اسکو خطرناک تباہی کا منہ بھی دیکھنا پڑا علاوہ ازیں بہ نسبت سرمایہ کی محنت زیادہ  
 قیمتی ہے اور اسی وجہ سے جو اشیاء محنت سے تیار ہوتی ہیں ان میں بہ نسبت سرمایہ کے محنت کا زیادہ حصہ ہے غرضیکہ سرمایہ اگر منافع  
 میں شریک نہ اور نقصان کی صورت میں الگ کھنا محنت کے حق میں سب سے بڑی بے انصافی ہے اور ردیہ کی حد زیادہ  
 قدر کرنا ہے پس جو قانون سود کو جائز ٹھہراتا ہے گویا اسکا مدعا ہے کہ ایسے اشخاص کو تباہ کرنا چاہیے جو دوسرے سرمایہ پر محنت خرچ  
 کر رہے ہیں ان قسمتی سے اتفاق کسی حاکم میں نقصان ہو جاوے اور حقیقت میں ہر روز صد ایسے واقعات ہوتے ہیں جن میں صرف  
 ایک حصہ بذریعہ عدالت کے دیوا اظہار ہوتا ہے اس معلوم ہوا کہ تجارتی سود ہی نقصانات پیدا ہوتے ہیں جو معمولی سود کو  
 اور ان دونوں کے درمیان امتیاز کرنا بھی حقیقت جائز سود خوری کا دوسرا نام رکھ کر اس کو جائز کرنے کے واسطے ایک



خود غرضی کا جیلہ ہے اصل میں خواہ قرض لیز والا ناجرم ہو یا کاشنکار یا کوئی اور شخص جو اس کوئی فرق نہیں آتا پس یہ مانعیت بالکل لغو  
ہرگز ایک پیشہ والے سے سود لیا جائے اور دوسرے نہیں مانعیت تو فرض ہے ہو روپے پر مقررہ شرح سود کی ہونی چاہیے  
اس بیان سے واضح ہے کہ کیوں اسلام نے ہر ایک قسم کے سود کو ناجائز ٹھہرا ہے خرابی کی جڑ بھی مقررہ شرح سود کی ہے کہ  
قرض لینے والے کو خواہ کیسا ہی نقصان ہو قرض کا روپیہ برابر بڑھتا رہتا ہے پس سود کو ناجائز کہہ کر اسے انسانیوں کا ایک  
فریق اور وہ فریق بھی ایسا جو اپنے جس کی طرف امداد کا محتاج ہے طاقت سے زیادہ بوجھ کے نیچے دب رہا ہے اور  
ایک دوسرے فریق اپنے حق سے بھی زیادہ پار رہا ہے شرح سود کی کمی بیشی چسپرا جائز دنا جائز سود انبیاء کا انحصار ہے اس  
کوئی فرق نہیں آتی اس پر یہ امتیاز کا اگر کوئی فائدہ بنایا جاسکتا ہے تو یہ ہے کہ بھاری شرح سود سے زیادہ نقصان پہنچے گا  
مگر زیادہ سود لینے والا اسکے برخلاف دلیل پیش کر سکتا ہے کہ بھاری شرح سود کی عیاشی آدمی کو اندھا دھند قرض لینے سے  
روکے گی البتہ اگر زیادہ شرح سود اور کم شرح سود میں کوئی فرق ہے بھی تو نقصان کی کمی بیشی میں ہے یعنی قیمت میں نہ  
کیفیت میں تجارتی سود کی ایک خصوصیت بھی ہے جو اقسام مذکورہ کی طرح ہی نقصان دہ ہے وہ یہ کہ تجارتی معاملات میں  
اگر ایسا ہوتا ہے کہ مال خرید کر وہ کی قیمت اسی وقت ادائیگی کی جاتی ہے یا اسکا ادرا کرنا ممکن نہیں ہوتا ایسی صورتوں میں  
سودی منڈیوں کا کام لیا جاتا ہے ایک سرسری نظر سے دیکھنے والا انسان خیال کرے گا کہ ایسی صورت میں سود روا رکھنے سے  
بایں دشمنی و دونوں کی سہولت ہوگی لیکن گہری نظر سے دیکھنے پر معلوم ہو سکتا ہے کہ ایسی صورت میں بھی کسی ممکن فائدہ کی  
نسبت نقصان بہت زیادہ ہے خصوصاً میں وہ نقصان تو بہت دور رہا جو روپیہ قرض لینے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اور  
اس پر علاوہ یہ کہ اسکا اثر عوام تک بھی پہنچتا ہے ظاہر ہے کہ جس تاجر کو علاوہ قیمت مال کے سود بھی ادا کرنا پڑے گا وہ بوقت  
خریدت اپنے مال کی قیمت سے قدر زیادہ وصول کرے گا جس سے سود کی رقم بھی پوری ہو جائے اس صورت میں یہ نقصان ان لوگوں کو  
برداشت کرنا پڑے گا جو اسکا مال خریدیں گے پس ہر ایک کا فائدہ تو اسی میں مختص کہ یا تو سود انفاذ قیمت پر ہوتا یا قرض ملنا ہوتا پس  
جس طرح سود دیکھا جا رہا ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قرض کے سود خواہ تجارتی معاملہ کیوں اسے ہنواہ کسی دیگر غرض کیلئے یا بہت کسی ممکن فائدہ کو  
نقصان بہت ہی زیادہ ہے۔

اب معلوم ہو گیا کہ کیوں اسلام سود کی حرمت کو مذہبی مانعیت سود خواہ کسی صورت میں بلکہ اسے بہ ایک ایسی خرابی  
ہے جو انسانی ترقی کی سدا رہ ہے نہ صرف اخلاقی و روحانی کمزوری بلکہ دنیاوی لحاظ سے بھی۔ کیونکہ انسانی ترقی کا یہ  
نقشا نہیں ہے کہ معذور سے چند اشخاص غیر معمولی طور پر دولت مند ہو جائیں بلکہ یہ مصائب ہے کہ تمام مسلمانوں کی  
عام حالت جن میں غرابھی داخل ہیں بہتر ہو جاوے اسلئے اسلام کا پیغام صرف یہی نہیں تھا کہ سود خوری  
کی صرف مانعیت بیان کر دیوے بلکہ اس بڑی خرابی کی نسبت اپنے پیروں کے دلوں میں ایک نفرت بھجوانا تھا  
کیونکہ جب تک ایسا نہ کیا جاتا تو قانون کی گرفت کے پھنے کے واسطے ہزاروں جیلے تراش جاسکتے تھے جیسا کہ عیسائی



مذہب کے حال سے روشن ہے اسی وجہ سے قرآن مجید نے جیسا کہ میں آئندہ بیان کروں گا سود کی حرمت بڑی پر زور الفاظ میں بیان کی ہے کیونکہ اگر اس خرابی کا نقصان پورا نہ ہو تو ہر مذہب نشین نہ کہا جاتا تو سود پر قرضہ دینے کی محض ممانعت اس کے استدلال کے واسطے کافی محترمہ ہوتی اگر سود کی ممانعت صرف سول قانون کی شکل میں ہوتی تو ایسے قانون کو بالائے طاق رکھنے کی واسطے کئی چیلے ہمارے پیدا ہو جاتے اور کچھ ایسے قانون کی خلاف ورزی کی سزا میں سبکائے سونخوری کو روکنے کے اور بھی اس خرابی کے پھیلنے کا باعث ہوتی اسلئے اسلام نے سود خوری کو قانوناً ممنوع کھڑے کرنے پر ہی بس نہیں کی بلکہ اسکی حرمت کو ایسا ہی دین کا جزو قرار دیا ہے جیسا کہ قمار بازی شراب خوری یا لحم خنزیر کھانے کی حرمت کو یہی وجہ ہے کہ اسلام میں آج تک سود خوری سے دینی نفرت ہے جو سو رکھائے اور من اتفاق سے ان ہڑ ناموں یعنی سود اور سونخوری ایسی مشابہت لگتی ہے کہ ایک کے ذکر سے جھوٹ دوسرے کا خیال بھی آ جاتا ہے اسی وجہ پر جب کسی مسلمان کی نسبت معلوم ہو جاوے کہ وہ سود کھاتا ہے تو مسلمان کہا کرتے ہیں کہ وہ سودی کا تلمہ ہے اس طرز پر مذہب اسلام سود کی نفرت مسلمانوں کے دلوں میں بٹانے میں کامیاب ہوا ہے اس کا نیک اثر اس ہمدردی سے معلوم ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کو اپنے غریب بھائیوں سے ہوتی ہے ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ مسلمان مالکین میں نے اپنی کاشتکاریوں کا بالیہ فصل کے نہ ہونے کی صورت میں معاف کر دیا لیکن سود لینے والے کا یہ جو سود کبھی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اپنے سود و سود کی رقم کو پورا کرنے کے لئے ہر طرح کے ظلم اور جرمی کا مرتکب ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اسکو معلوم ہو کہ اس کے بھوکے قرضدار کو صرف ایک ہی لقمہ خوراک ملا ہے تو وہ اسے چھیننے میں تامل نہیں کرے گا اور نہ ہی سخت سخت مظلوم کو ایک کوڑی بھی چھوڑے گا اور وہ گویا یہ نمایاں فرق جو د پاس پاس ہے والی قوموں کی ہمدردی کی صفت میں پایا جاتا ہے جو سود خوری کی تاثیر کے ہی ہے الغرض اسلام کا مدعا صرف سود خوری کی ممانعت ہی نہ تھا کیونکہ ایسی ممانعت کو تو تنگ دل دنیا پرست ہمالی کے جیلوں سے ٹال سکتے تھے بلکہ ساتھ ہی یہ غرض بھی تھی کہ انسانوں میں ہمدردی کا اعلیٰ جوش پیدا کرے جو صرف سنی صورت میں ہو سکتا تھا کہ سود خوری سے سخت نفرت ہو یہ مدعا سود خوری کی حرمت کو نہ ہی رنگ میں ملنے سے ایسی خوبی سے حاصل ہو گیا کہ مسلمانوں کو سود خوری سے انک نفرت چلی آتی ہے اور کوئی مسلمان کھلم کھلا اس کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے اس پاک انسان کی مدعا کی طاقت کیسی اعلیٰ اور اس کی اخلاقی تاثیر کیسی زبردست تھی جس نے ایک ہی اشارہ سے ان راسخ شدہ خرابیوں کو ہفتہ دنیا سے بھوک دیا۔ اللہم صل وسلم علیہ مسلمان اگر اس اعلیٰ درجہ کی کامیابی پر فخر کریں تو جہاں اسلام نے انکی قوم میں سودی قرضہ دینے کی برکت کی نیکنی کر دی ہے جہاں کہ خرابی آج کل کی بڑی سے بڑی مذہب اقوام میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہے لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ مذہب اقوام اس بد رعم کے نقصانوں سے بچ رہے ہیں ان کے بڑے بڑے اہل الرائے جہاں ساری کی ایسی کامل حالت کا نقشہ کھینچتے ہیں جیسے کہ ان کا دل چاہتا ہے کہ انکی اپنی سوائی ہو۔ تو سود کی ممانعت

ممانعت کی ضرورت کو تسلیم کر چکے ہیں جس کو ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی انسانی سوسائٹی مکمل ہو نیکا دعوے انہیں کر سکتی جہاں مقررہ شرح سود پر پرمیٹ دینے کی بدقسم چاری ہو مشرور کی حال ہی کی تصنیف ماڈرن یوٹوپیا میں جہاں ایک ایسی سوسائٹی کی حالت بیان کی ہے جس میں انسانی ضروریات کے تمام پہلو پائے جاویں اور یوں اسکو نہ صرف مکمل ہو نیکا بلکہ عملی ہونے کا انیاز بھی حاصل ہو اس موقع پر فاضل مصنف حالت سیاست مدنی فرضی ملک یوٹوپیا کے بیان میں یوں قلمطرازی فرمایا کہ اس امر میں شک ہے کہ آیا یوٹوپیا کے لوگ خاص قسم کے حصص کو پسند کریں گے یا اجارے سکے کاغذی کو اور خصوصاً یہ کہ آیا سود خوری یعنی مقررہ شرح سود پر فرضی یوٹوپیا میں اجازت بھی ہوگی یا نہ؟

اس بیان کو دو بڑے نتیجے نکلتے ہیں اول تو یہ کہ مغربی ممالک کے مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حال کی مہذب اقسام میں جواز سود بڑا نقص ہے اور یہ کہ سوسائٹی کی اعلیٰ حالت کے شایاں نہیں ہے دوئم اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ تعریف سود خوری کی جو سابقہ تعریف کی جگہ اختیار کی گئی ہے محض بے دلیل ہے کیونکہ اس برائی کی جڑ تو صرف مقررہ شرح سود پر پرمیٹ دینے میں ہے نہ کہ اس شرح سود کی کمی بیشی میں یا قرض لینے دے کی حالت کی وجہ سے ایک اور موقع پر اپنی کتاب کے نو بی فصل میں جو سود خوری کے بیان میں مصنف نے ذکر لکھتا ہے کہ ”ابتداء میں ہمواری رہی اس فرضی ملک یوٹوپیا کے باشندوں کا نام ہے لوگوں کو سود خوری یعنی مقررہ شرح سود پر پرمیٹ فرضی کی ممانعت تھی اب بھی انکو وہی ممانعت ہے لیکن چونکہ ہمارے تجارتی قوانین سود خوری کو بالکل ممنوع ٹھہراتے ہیں اور نہ ہمارا قانون غریب لوگوں کو اپنی آسائش کے لئے سودی معاہدے کر نیکی اجازت دیتا اسلئے اب سود کی ممانعت کی ضرورت بھی نہیں ہے اہل یوٹوپیا کے نزدیک بات بڑی بکروہ ہے کہ کوئی شخص نکارہ کر اور ایک مفلس مقروض کو معرض خطر میں ڈال کر زیادہ دولت مند بنے اور اب ہمارے احکام اس بات پر بخوبی دیتے ہیں کہ قرض خواہ قرضدار کے نفع و نقصان دونوں میں شریک ہو“ اس بیان کی صداقت میں کسی مغفل پسند آدمی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ دولت مند بڑائی کا معیار نہیں ہے اور نہ قوم کے بعض افراد کا دولت جمیع کرنا اس قوم کی انسانیت کی نشانی ہے دنیا پرستی کے خیالات جیسے سوسائٹی کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ دولت جمع کرنے کے مسائل ہی سچی خوشی کے مسائل ہیں اس سوسائٹی کے ہر فرد کا اصلی مدعا یہ ہوتا ہے کہ کیونکہ وہ متمند ہے اور اسی لئے سود خوری کا نام جائزہ سود رکھ کر اسکو قانوناً مقرر کر لیا ہے لیکن ایسے خیالات سوسائٹی کی اعلیٰ حالت کے مناسب نہیں ہیں کیونکہ ان خود غرضی اور سخت دلی پیدا ہوتی ہے سوسائٹی کی اعلیٰ حالت کا نقشہ پیش کرتے وقت مشرور کہتا ہے ”دولت ہرگز کوئی طاقت نہیں ہے جب تک کہ تم خود اس طاقت نہ بنا لو اگر تم ملکی دنیا میں یہ طاقت سمجھی جاتی ہے تو بیوقوفی کی وجہ سے دولت ایک گورنمنٹ کی خستہ چیز ایک سماجی بات اور سب سے بڑھ کر مصنوعی طاقت ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنی دنیا میں آرام حرکت بہر قسم کی آزادی بلکہ زندگی کو بھی قابل خیر و فرخت بنا دیا ہے پس تم بڑے ہی بیوقوف ہو ایک غریب محنت کرنے والا شخص تمہارے نزدیک مصیبت اور خوف میں ہے کہ کوئی جائے تعجب نہیں کہ تمہارے دولت مند کے پاس طاقت ہے لیکن میں ہر شخص مقول آرام و شادی سے زندگی بغیر اپنے آپ کو دو متمند

کے پاس بچنے کے آسانی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی سوسائٹی کا نقشہ ہے جو اسلام کے سچے اصولوں کا رہنما ہو کر بن سکتی ہے اور اس سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فراست اور اعلیٰ فضیلت کا ہر موٹی ہو کر کہ آپ نے دنیا میں ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جو بڑے ترقی یافتہ اہل الرائے کی اعلیٰ سے اعلیٰ خواہشوں کے مطابق ایک پوری اعلیٰ سوسائٹی کا نقشہ ہے ذیل کے اقتباس کو اگرچہ مضمون بحث سے کوئی تعلق نہیں ہو مگر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کو ایسی پاکیزہ سوسائٹی کا کتنا شوق ہے جس کی بنا پر رسول ہو مگر مذہب اسلام نے مسلمانوں میں قائم کی سمورائی یعنی یوٹیلیا کے باشندوں کی نسبت مسٹر ولز اس طرح لکھتا ہے کہ "ہاتھوں کے تماشے کرنے راگ اور مشاعرے کرنے کی ان کو ممانعت ہے اگرچہ تقریب کرتی یا بحث سباحثہ کا انکو اختیار ہے لیکن سوانگ بھرنے کا بیٹھنے کسی مرد یا عورت کی واسطے صرف ایک لت کی بانہ ہی نہیں بلکہ اس سے روح کمزور اور فاسد ہوتی ہے۔ یہ قوفی کی یہاں تک بت پہنچی ہو کہ دل جھوٹی تعریف کا خواہاں ہو جاتا ہے۔ اور عمدہ اوصاف کی بھونڈے پیرا میں جھٹ پٹ نقل اتارنے میں حد سے زیادہ ہمدست ہو جاتی ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ ان لوگوں میں حصہ لینے والے مرد اور عورتیں سب کے سب کمینڈر ذیل اور جھوٹے لوگ ہوتے ہیں" غرضیکہ خواہ تعصب کچھ عرصہ تک کیسی ہی مشکلات اشاعت اسلام کی راہ میں ڈالے اب صاف صاف نظر آ رہا ہے کہ اسلام کے اصولوں کو تسلیم کر نیکے واسطے دنیا ترقی کرتی کر رہی ہے۔

عیسائی ممالک میں ایک فریق کے دولتمندی میں بڑھتے جانے اور دوسرے فریق کے انداس میں ترقی کرتی جانے نے مغربی عقلا کو بھی بہت فکر مند کیا ہوا ہے اور دولت کی اس غیر مساوی تقسیم کے متعلق بہت سی تجاویز پرچن میں سے بعض قابل عمل ہیں اور بعض بالکل ناممکن آئے دن سالوں اور کتابوں میں بحث ہوتی رہتی ہے مختلف ممالک میں یہاں یوٹیلیا کا تقاضا ہے اشخاص کے قبضہ میں آ رہا ہے اس سے اب سوشلزم یعنی انسانی مساوات کی طریقہ کی تحریک پیدا ہوئی ہے خواہ کسی ہی ناممکن ہو مگر اس سے اتنا پتہ لگتا ہے کہ اب دولت کی اس قسم کی تقسیم کی طرف خیالات جھلک رہے ہیں جو مساوی نہ ہو تو کم از کم بہت غیر مساوی بھی نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ کروڑ پتی بن جائیں اور ان کے دیوار دیوار رہنے والے ہم سائے نان شبیلہ کے کبھی محتاج ہوں مفلسوں و بیکاروں کی تعداد بڑھ کر مرہ بڑھ رہی ہے اور ہیشمار روپیہ اس قسم کے لوگوں پر خرچ ہوتا ہے ان خرابیوں کے نذار کہ اسلام نے تین طریقے بتائے ہیں جن پر کاربند ہونے سے دولت کی تقسیم جہانگیر کی حالت کو نہ نظر رکھ کر ممکن ہے برابر نسبت عمل میں آسکتی ہے کیونکہ پوری پوری مساوات تو بالکل ناممکن ہے یہ تین قسم کے علاج ان اصولوں میں داخل ہیں جو اسلام نے صدقات و حرمت سود تقسیم میراث کے قانون کے متعلق بیان کئے ہیں ان میں سے ہر ایک مضمون پر علیحدہ بحث کی ضرورت ہے لیکن صدقات کے اصول بھی اسلام تعلیم دیتا ہے اور حرمت سود کا ایک دوسرے بہت تعلق ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید نے ہر دو کا ذکر کیا ہے۔

حرم سود کے مضمون کی تمہید میں قرآن شریف صدقات کے فوائد و برکات کا بیان کرتا ہے چنانچہ فرمایا ہے مثل الذین  
 یتفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبنت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یشاء  
 لمن یشاء واللہ واسع علیم ۵ الذین یتفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا  
 اذی لہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۶ و مثل الذین یتفقون اموالہم ابتغاء  
 مرضات اللہ وتبلیتاً من انفسہم کمثل حبۃ برکۃ اصابہا وابل فان انت اکالہا ضعیفین فان  
 لم یصبہا وابل فطل واللہ بما تعملون بصیر ۷ (البقرہ رکوع ۳۵) جو لوگ اپنے مال خدا تعالیٰ کی راہ  
 میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانہ کی مانند ہے جس میں سات بالیاں لگیں اور ہر بالی میں سودانہ ہو اور  
 خدا تعالیٰ جسکو چاہتا ہے کئی گنا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا دینے والا اور بے ساختہ والا ہے جو لوگ اپنے مال خدا کی راہ  
 میں خرچ کرتے ہیں اور کچھ جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اسکے بعد کسی طرح کا احسان نہیں جلتا اور نہ ایذا ہی دیتے ہیں  
 وہ خدا کے ہاں اپنا اجر پائیں گے اور نہ انکو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے اور جو لوگ خدا تعالیٰ کی خوشنودی  
 حاصل کر سیکے اور اپنی ثابت قدمی سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانہ کی مانند ہے جو پہاڑ پر  
 ہو جہاں عمدہ بارش ہوتی ہو تو وہ دھند بھل دیتا ہے اور اگر بجاری بارش نہ ہو تو اس کو ٹپکی پھولہ کی کانپ ہوتی  
 ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسکو دیکھ رہا ہے

اور جو چیز خیرات میں دینی چاہئے اسکے متعلق یونان فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا انفقوا من لیبیات  
 ما کسبتم وما اخرجناکم من الارض ولا تمسوا الخبیث منۃ تنفقون ولستم بالخذلیہ الا ان  
 تخرجوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمید (البقرہ رکوع ۳۶) اے مومنو! ان عمدہ چیزوں میں خرچ کرو جو تمہارے  
 اپنی کمائی سے حاصل کی ہیں اور جو تمہارے لئے زمین سے پیدا کیں اور ایسی بری چیز کے دینے کا ارادہ نہ  
 کرو جو تم خود بھی بغیر آنکھ بند کئے نہیں لے سکتے

جو لوگ صدقات کے جائیکے مستحق ہیں ان کے بارے میں یوں ارشاد ہے للفقراء الذین احصوا فی سبیل اللہ  
 لا یتطیعون ضرباً فی الارض بحسبکم الجاہل اغنیاء من التثعفف ۸ تعرفہم بسیمائہم ۹  
 لیسلون الناس المحافا وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم (البقرہ رکوع ۳۶) صدقات ان غیر مستطیع  
 لوگوں کو دینے چاہئیں جو خدا کی راہ میں روکے گئے ہیں (اور تلاش معاش یا تنہا ریکے لئے ملک میں سفر نہیں کر سکتے)  
 چونکہ وہ جیا کے باعث سوال نہیں کرتے ناواقف انکو دولت مند خیال کرتا ہے تو اس علامت کو پہچان لے گا کہ وہ لوگوں  
 سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور جو مال تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ تو اسکو جانتا ہی ہے  
 یہ تمام مضمون قرآن شریف میں حرم سود کے احکام کی تمہید کے طور پر آیا ہے اس میں صدقات کی تاکید



کی گئی ہے اور اسکو اعلیٰ درجہ کے برکات کا باعث کہا گیا ہے کبھی اسکی تمثیل ایک بیج بونے سے دی ہے جس کے ایک ایک دانے کا پھل سات سات سودا نہ ہوا کبھی اسکو ایک باغ سے مشابہت دی ہے جو درخت پھل دیوے پھر صدقات میں ایسی چیزوں کے دینے کی ہدایت کی ہے جو عمدہ ہوں اور خود مالک کی نظر میں پیاری ہوں جیسا کہ دوسری جگہ بھی آیا ہے ”تم ہرگز کال نیکی کو نہیں پاسکتے تاوقتیکہ اپنی پیاری چیزیں خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو“ دال عمران رکوع ۱۰۱ قرآن شریف کا یہ حکم کہ تمکو اپنی پیاری چیزیں اپنے ہمجنسوں کی خاطر ایثار کر دینی چاہئیں انسان کے دل میں سچی ہمدردی پیدا کرنے کا بڑا زبردست آکر ہے ہوں تو ہر ایک مذہب میں غریب مصیبت زدگان کو خیرات دینے کا حکم ہوتا ہے بلکہ جنکا کوئی مذہب نہیں ہے وہ بھی اپنے ہمجنسوں کو خیرات دیتے ہیں لیکن یہ تعلیم اسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے کہ انسان کو اپنی پیاری اغراض اپنے بھائی بھائی کر دینی چاہئے اس کا ظاہر یہ ہے کہ اسلام نے انسانی شہرت کا بڑا گہرا مطالعہ کیا ہے اس نے دیکھا کہ یہ انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب وہ کسی اپنے ہم جنس کو مصیبت میں دیکھے تو اسے اس پر رحم آتا ہے اور ایسے موقع پر طبعاً وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ ہو سکے اسکو دوں یہ آسان بات ہے کہ جن تک کسی کو خود کوئی تکلیف نہ معلوم ہو۔ وہ غیرت دے سکتا ہے بلکہ انسان تو انسان حیوان بھی جب اپنی کسی ہم جنس کو تکلیف میں دیکھیں تو اس پر رحم کرتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ کوئی شخص اس قسم کی خیرات تو گاہے گاہے دیتا ہو پھر بھی اسکے دل میں خود غرضی کا مادہ غالب ہو اور وہ سچی ہمدردی سے بالکل بے بہرہ ہو ایک لاکھ پتی کے واسطے خواہ وہ عیسائی ہو یا یہودی ہو یا ہندو ہو یا وہ ہر مکتبہ اور بے روزگاروں کی امداد کی خاطر کچھ سوبیہ دیدنی اثرات نہیں ہے لیکن وہ کبھی اس سود کو نہیں چھوڑے گا جو وہ ہم پر اسکو ملتا ہے لیکن قرآن شریف نے سب سے پیاری چیزیں خرچ کر نیکو حکم دیکر مسلمانوں کو اس بات کے واسطے تیار کر دیا کہ خواہ ان کا کیسا ہی پیدا کوئی مطلب ہو اپنے اہلے جنس کی خاطر ترک کر دیں جب وہ اپنے اہلے جنس کی خاطر اپنی پیاری اغراض قربان کر نہ سکیں تو ان کو سود خوری سے باز رہنے کا حکم دیا گیا اگر یہ عجیب معلوم ہو گا گمراہی یہ ہے کہ فرض یہ سود کے چھوڑنے کی نسبت اپنی گمراہی سے کچھ بددینا آسان ہوتا ہے شاید اسکی یہ وجہ ہے کہ آخری صورت میں ناموری کے خیال کو دلو تسلی ہو جاتی ہے اور پہلی صورت میں چونکہ اصل رقم صرف قرضہ ہوتا ہے سود کا چھوڑ دینا کوئی بڑا احسان نہیں معلوم ہوتا اسوجہ پر دینے والا ایسی وجوہات پر قرآن شریف سود کے مضمون سے پہلے صدقات پر بہت زور دیتا ہے اور اس طرح پھر وہ بھاری حکم دینے سے پہلے دلو کو ایسے بڑے علم ہمتی کے کام کے قبول کر کے واسطے تیار کرتا ہے

حیرت سود کے مضمون کا تعلق صدقات و خیرات کیساتھ ظاہر کر کے قرآن شریف نے ان بڑے نقصانوں کا ذکر کیا ہے جو سود خوری کی وجہ سے انسان کو ہوتے ہیں جس طرح خیرات دینے سے دل کشادہ ہوتا ہے اور وسیع ہمدردی کا مادہ کے قابل ہو جاتا ہے اسی طرح سود خوری کی نفس پرستی خود غرضی اور دنیا پرستی کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور کئی ایک یوں کی تخم بیزی ہو جاتی ہے جو انسان کو اخلاقی حالت تک گرا دیتی ہے اصلی بڑائی دولت مندی اور پرہیزگاری میں نہیں ہر بلکہ اعلیٰ اخلاق کے حاصل کرنے میں ہر جو



سود خوری کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جہاں ایک فیاض آدمی اپنے مصیبت زدہ ہم جنسوں کی امداد کرتا ہے سود خور پیسہ پیسہ تنگ اُن سے چھین لیتا ہے اور اس طرح انکو مفلس بنا کر اُن سے ایسے جرائم و مجرمانہ حرکات کا ارتکاب کرتا ہے جن سے وہ اپنی معاش حاصل کرتے ہیں لیکن خیرات دیکر انسان اپنے ہم جنسوں کو بہت جرائم کے ارتکاب سے بچاتا ہے جو بوجہ انفلاس کے ان سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً چوری سرقہ بالجبر ڈاکہ زنی یا کسبیوں کا پیشہ اور ایسے دیگر خوفناک جرائم جو انسانی ترقی کے کمال کی حالت تک پہنچنے میں سد راہ ہیں علاوہ اسکے اگرچہ سود خور فرض دیکر فرضدار کیساتھ دکھائے کو ہمدردی ظاہر کرتا ہے لیکن اصل میں اسکا ولی منشاء اسکو بالکل تباہ کرنے کا ہوتا ہے کیونکہ وہ کبھی اپنا قرضہ ادا کر نیکی قابل نہیں ہوگا اور یہ قرضہ برابر بڑھتا جائے گا خواہ مفروض کو اس روپے کے استعمال سے فائدہ ہو یا نہ ہو پس جو شخص سود پر روپیہ دیتا ہے وہ مذکور کا تمام اعلیٰ اوصاف بے بہرہ ہو جاتا ہے کیونکہ بڑے سے بڑا مدعا جو اسکو نظر نہ آتا ہے روپیہ کما ناہی ہوتا ہے اور انسانی ہمدردی کے اعلیٰ اوصاف اسکے اصلی محرکات میں نہیں ہوتے خیرات دینے والا آدمی تو دوسروں کی ہمدردی کے لئے محنت کرتا ہے لیکن سود خور نکمارہا کر اور دس لیتا ہے علاوہ نگہی کے جو سود خوری کا پہلا نتیجہ ہے یہ بیکاری اور خرچ کر نیکی لئے بہت مال پاس ہونے سے بہت ہی بد نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

یہ تو ان نقصانوں کا بیان ہوا جو سود خوری سے فرد افراد ہر شخص کو اور پھر ان کے ذریعہ سوائی کو ہوتے ہیں لیکن اس کے علاوہ سوائی پر جو بد اثر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قوم کا روپیہ رفتہ رفتہ تھوڑے اشخاص کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اور باقی سب فتنہ رفتہ نادار ہو جاتے ہیں اور انکے ہاتھ میں اتنا بھی نہیں ملتا کہ وہ دیانت داری اور شائستگی سے زندگی بسر کر سکیں اسی خرابی کا استیصال قرآن شریف کی تعلیم صدقات کا عین مدعا ہے اور یہی خرابی ہے جسکی وجہ سے اس قدر مسکین تباہ ہوئے ہیں یا وہ ہے کہ صدقات کا دینا مسلمانوں میں ایک لازمی امر قرار دیا گیا ہے جو شخص قرضدار نہ ہو اور مالک نصیب ہو یعنی ایک مقررہ حد تک مال رکھتا ہو اس پر اپنے مال کے موافق زکوٰۃ دینا واجب اور جو روپیہ اس طور پر جمع ہو وہ محل خیرات پر خصوصاً غریبوں کی امداد میں خرچ کیا جاتا ہے گو باروپیہ دو تین صدقے لیکر من کے پاس نہ ہوتا ہے غریب کو دیا جاتا ہے جنکے پاس نہیں صرف یہی ایک تیرہ ہے جو مذہب سائینوں کے افلاس کو بڑھنے سے آخر کار روک سکتی ہے کیونکہ یہی سوشلزم و انٹیو سوشلزم کے

سوشلزم (Socialism) اصطلاح بالکل آکا نوئی یعنی علم تہذیب و معاشرت کی ہے جس سے مراد ہوتی ہے کہ سوسائٹی کے اراکوں کا رافد اپنی اپنی طاقت کے موافق کام کریں لیکن ہر ایک اپنی ہمت کا صلہ پائیے ہر شخص کو مشترکہ سرمایہ میں اس قدر دیا جاوے جو اسکے اور اسکے اہل عیال کے گذر و کافانی ہو مدعا یہ ہوتا ہے کہ دولت مندی و غریبی کا فرق اٹھ جاوے اور کوئی شخص بھی کسی ذاتی جاہد کا مالک نہ سمجھا جاوے۔ انٹیو سوشلزم (Individualism) سے یہ مراد ہے کہ ہر شخص اپنی ذاتی جاہد کا مالک سمجھا جاوے اور اسکے مال میں غریب کا حق کوئی نہ سمجھا جاوے۔

سود خور کا یہ عمل جو کہ

لیکن اس مضمون پر علیحدہ بحث کی ضرورت ہے۔ یہاں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صدقات کے واجب بکھڑانے میں جو معاشران شریف کے مد نظر رکھا وہ کبھی حاصل نہ ہوتا اگر سود خوری یعنی مقررہ شرح سود پر قرضہ دینے کی رسم کا قلع قمع نہ کیا جاتا اس امر کی صداقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے جب ہم موجودہ مذہب سائینوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ جہاں جواز سود کی رسم بعض کو نو لاکھ تہی بنا دیتی ہے۔ لیکن باقی تمام ان لوگوں کو افلاس کا منہ دکھاتی ہے۔ مشرقی مالک کے لوگ سمجھے بیٹھے ہیں کہ مغربی مالک کی سو بیٹیاں بڑی دولت مند ہیں یہ بات کھٹک تو ہے لیکن اس سے مراد نہیں ہے کہ یہ سو بیٹیاں بحیثیت مجموعی خوشحال بھی ہیں دولت تو بہت ہے لیکن ساری معدود چند سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہے اور جوں جوں زیادہ دولت مند بنتے جاتے ہیں باقی تمام دن بدن غریب تر جلتے ہیں سچی خوشحالی کی یہ بالکل علامت نہیں ہے سسٹرڈ بلجیو جی کری نے اخبار ٹروٹھ سیکر میں ایک مضمون سوسلزم کی مخالفت کرنیوالوں کے متعلق لکھا ہے اس میں یہ لکھتا ہے کہ سرمایہ داروں کی اقبال مندی کے یہ مراد ہے کہ بہت سا روپیہ کاروبار میں لگا گیا ہے اور اسپرٹس منافع ادا ہوا ہے لیکن اصل میں اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ روپیہ کیا نیوالوں کے ہاتھ سے روپیہ نکل کر سرمایہ داروں کے ہاتھ میں جا رہا ہے ناسمجھ کے مطالعہ معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ دار اور اربان کو تب ہی زوال آتا جبکہ صرف اٹھارہ سو اشخاص اس وقت تک معلوم دنیا کے مالک ہو گئے۔ ستر سال گزرے کہ امریکہ میں کوئی لاکھ تہی نہیں تھا اور اس وقت ہاں افلاس کا کوئی نام بھی نہ جانتا تھا اس وقت اس ملک میں آٹھ ہزار لاکھ تہی ہیں جن میں سے بعض کے پاس کم و زیادہ روپیہ ہے اور فلسو کی تعداد کوئی پچاس لاکھ ہے دراصل وقت بین لاکھ پچاس ہزار اشخاص ہیں جو قوم کی دولت کے مالک کہے جاسکتے ہیں۔ اور دوسری طرف فریڈرک پریرسین کی رپورٹ کے بموجب روپیہ کمانے والوں میں سے نو فیصدی ایسے ہیں جن کا اپنا گھر بھی کوئی نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی چیز ہے جو کچھ قیمت کی ہو اس حد بڑھ کر ہیں جو ایک چھوٹی سی گاڑی میں بھی جاسکیں گے کہا جاتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں ایک کروڑ سے زیادہ مفلس ہیں اور اس ملک کی کل آبادی بموجب مردم شماری ۱۹۰۱ء ۴۲ کروڑ ہیں لاکھ سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ میں لکھتا ہوں کہ پچاس لاکھ عورتیں صرف بیٹ کے گذارہ کی واسطے مزدوری لگے ہوئے ہیں پنسلوینیا کے کوئلہ کی کانوئیں... ہم سب سے کام پر لگے ہوئے ہیں ان کے جاتے ہیں جن میں سے صرف چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ہیں۔ سسٹر کری لکھتا ہے "تمام زمین جو کسی قیمت والی تھی۔ متمول اشخاص نے بھاری بی سناغ کی امید پر خرید کر لی ہے۔ بموجب قوانین عطائے اراضی دو کروڑ چالیس لاکھ ایکڑ اراضی ملکس لوئیس ن دو جماعتوں کے قبضہ میں ہے اب اگر خبر زمین بھی مل سکے تو اسکو آباد کرنے کے لئے واقفیت روپیہ اور وقت درکار ہے جو افلاس زدگان کو کہاں میسر ہو سکتا ہے اس ملک میں صرف ۸۵ فیصدی ایسے لوگ ہیں جن کا کوئی اپنا گھر ہے اور ریاستہائے متحدہ کی آبادی اراضی میں سے نصف سرمایہ دار مالکان زمین کے ہاتھوں میں ہے۔ اور باقی میں سے بہت بڑا حصہ ان کے ہاں ہے اگر انمول کی ترقی کی یہی صورت رہی تو تھوڑے عرصہ میں امریکہ کے چھوٹے چھوٹے خود کاشت کاران اراضی کا تعلق ملکیت زمین سے منقطع ہو جائیگا جیسا کہ آئر لینڈ کے کاشتکاروں کا حال آجکل ہے۔"

صرف امریکہ میں ہی سود خوری کے بڑے تاج سے یہ حال نہیں ہو رہا بلکہ یورپ میں بھی یہی حال ہو رہا ہے نصف زمین کے مالک صرف ۲۵۰۰ اشخاص ہیں اور کل آبادی میں تیس فی صدی اشخاص کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا ہے تمام قومی سرمایہ صرف سپاس لاکھ اشخاص کی ملکیت ہے اور باقی تین کروڑ میں لاکھ آبادی کو مزدوری پر کام ملنے کے واسطے انہیں کے ہاتھ تکٹے پڑتے ہیں ہندوستان کا اس سے بھی اتر حال ہے سود خوری کے باعث بہت ساری زمین غریب کاشتکاروں کے ہاتھ سے نکل کر قرض پر روپیہ چلائو لے نیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے اور گورنمنٹ اس خرابی کے اصل منبع کو روکنے کا علاج تجویز کرنے کی بجائے انتقال اراضی کو محدود کر دیا ہے جس کا شتکاروں کی تنگہ کے دور کر نہیں تو کوئی امداد نہیں ملی ہاں حریص دنیا کو زمین یعنی بند ہو گئی لیکن اصل میں جس تجویز سے کاشتکاروں کی تکالیف کے دور کر نہیں مدد مل سکتی ہے وہ یہی ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے قرضہ کے بنک کھولے جاویں اور تنگی کے ایام میں جب فصل سر کچھ حاصل ہو یا موسمی دبا سے مر جاویں تو چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو جب تک گذارہ محض اپنی زمین پر موقوف ہے بلا سود قرضہ دیا جاوے لیکن جب تک ایسی کوئی تجویز نہ کی جاوے گی صرف سود کی بھاری شرح کی حمایت سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکا ہوگا ایسے قانون سننے کے کہ چالاکیاں لاتی ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک سو دو پیکو قرضہ دو یا تین سال بعد واجب الادا ہوتا مسک میں پہلے ہی دو سو روپیہ لکھ دیا جاتا ہے اور حالت کو اصل واقعات کا علم کبھی حاصل نہیں ہوتا تنگی کے ایام میں زمیندار کو کم شرح پر سود ادا کرنا بھی مشکل ہوتا ہے اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ جب زیادہ قرضہ آمدنی کا کاشتکاروں کے حاصل ہوتا ہو تو مصیبت کے وقت انکی امداد کے واسطے فوراً کوئی مناسب تجویز بھی کیا کرے۔

اب ہم قرآن شریف کی ان آیتوں کو بیان کرتے ہیں جن میں سود کی ممانعت کا ذکر ہے۔ مال میں ظاہر اور پوشیدہ صدقات کی دینے کے بعد ہی آیت ہے: **الَّذِينَ يَكُونُونَ الرِّبَا لَا يَكُونُونَ الْاِيْقَوْمَ** (الَّذِي يَنْتَظِرُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسْكُوْرَةِ الرَّبْوُ ۝ ۳۷) یعنی جو لوگ سود کھانے میں معہیں کھڑے ہو کر بیٹے کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے۔ جو شیطان پر غیور ہو گا اس کو غیور ہو گا۔ قرآن مجید میں اس جملہ لفظ ربو کا تباہی اور اس پر بہت بحث مباحثہ ہوا ہے کہ اس آیت میں اس سے کیا مراد ہے اس کے لفظی معنی بڑھوت یا زیادتی ہے لیکن روا جاؤں سے ہی مراد ہے جو ابتداً سود خوری سے مراد ہوتی تھی یعنی اسکے معنی ہیں مضہیر سود جیسا کہ اسی آیت کے بعد کی تیسری آیت سے ظاہر ہوتا ہے جہاں صاف صاف الفاظ ربو اور اس المال کے آئے ہیں جن سے سود اصل مال ہے علاوہ ان آیت متذکرہ بالا میں ربو اور تجارت کے منافع کا فرق خود ربو کے معنوں کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ دوسرے حصہ آیت مذکورہ میں یہ مطلب ہے کہ ”خدا تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربو (یعنی سود خوری) کو حرام۔“ اس سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں سود کی خدمت بیان کر نیسے قرآن شریف کا دعاء اس رسم کو استیصال کا ہے جو مقررہ شرح سود پر قرضہ دینے کے بارہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں بھی ایسی ہی پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے کہ دیگر تمام ممالک میں۔ اس آیت میں ایک اور امر بہت ہی توجہ کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص سود پر قرضہ

دیوے کی مثال ایسے شخص سے دی گئی ہے جو شیطان کے گریہا دیوانہ ہو گیا ہو اور اصل لفاظی سے دونوں معنی نکل سکتے ہیں، قرآن شریف نے اس ایک ہی لفظ میں سود خوری کے تمام بدنامیج جنملا دیے ہیں اور یہ اس پاک کتاب کا خلاصہ ہے کہ اکثر موقع پر ایک ہی لفظ میں ایک بے مضمون کا فلسفہ بیان کر دیتی ہے یہاں کہا گیا ہے کہ سود خور کبھی سودھانیں کھڑا ہو سکتا بلکہ جب کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے تو پھر گر پڑتا ہے۔ سود خوری کے ذریعہ موت کے ٹرے جانے کی خواہش کو شیطان سے مشابہت دی گئی ہے جسکے باعث انسان زمین پر جھکا رہتا ہے یعنی بالکل زمینی ہو جاتا ہے اور آسمان سے اسکا کوئی تعلق نہیں رہتا سود خور ہر وقت اور ہر آن اسی غم اور فکر میں غرق رہتا ہے کہ کس طرح اسکی دولت بڑھے اسی لئے وہ حد زیادہ زمین کی طرف جھکا ہوا ہے اور انسانی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی خواہش کو دل میں پیدا ہی نہیں ہو سکتی وہ خود چونکہ گرا ہوا ہوتا ہے اسلئے اپنے انبا و جنس کی بھی کوئی امداد نہیں کر سکتا وہ اسی دنیا کی خواہشات کے پیچھے دیوانہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ اور اعلیٰ اور پاکیزہ خیالات کے بے بہرہ ہوتے شیطان کے مراد دنیا داری ہے اور اس شخص شیطان سے مراد اس دنیا کی محبت، ہمدردی، محبت اور شفقت نہ ہونا جو سود خوری کا لازمی نتیجہ و خلافتی تنزل کا باعث بن جاتا ہے محکوم زمین پر گرا ہوا ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دوسری آیت جس میں سود خوری کی حرمت اس سے بھی زیادہ پر زور الفاظ میں بیان کی گئی ہے یہ ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذر ما بقی من الریاء ان کنتم مؤمنین فان لکم نفع لعلوا فاذلوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس مما لکم لاتظلمون ولا تظلمون وادان کان ذوعسقی فنظرة الیٰ مسییر فظہوان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون (البقرہ کوع ۳) یعنی اے مسلمانو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اس سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی ہے اسکو چھوڑ دو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے ہوشیار رہو رہو اور اگر توبہ کرتے ہو تو اپنی رقم تمکو لینی پہنچتی ہے نہ تم کسی کا نقصان کرو اور نہ کوئی تمہارا نقصان کرے اور اگر کوئی تنگدست تمہارا مقروض ہو تو فراخی تک کی مہلت دو اور اگر سمجھو تو تمہارے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ اسکو اصل قدر ضہ بھی بخش دو۔ ان آیات سے کئی امور پر روشنی پڑتی ہے نفایا سود کے چھوڑ دینے کے حکم سے پہلے تقویٰ اختیار کر لینا حکم ہے کیونکہ یہی نوع انسان کے فائدہ رسائی کا کام و حقیقت ایک تقویٰ کی راہ ہے علاوہ ازیں اس حکم سے یہ بھی پتلا جاتا ہے کہ تمام احکام میں قرآن شریف کا جو مدعا نظر ہوتا ہے وہ حصول تقویٰ ہی ہے اسی سے اس امر کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر فکر رہتا تھا کہ آپ کے اتباع تقویٰ کے اعلیٰ مراتب حاصل کر لیں اور جیسا کہ آپ کو اس بات کا فکر رہتا تھا ایسا ہی جو نتائج حاصل ہوئے وہ بھی بہت عظیم الشان ہیں کیونکہ آپ کے انفاص طیبہ نے تقویٰ کی وہ روح آپ کے پیروں میں بھی پھونک دی جسکی نظیر نہیں پائی جاتی۔ مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی نہ کسی شکل میں فرضہ پر سود کا لینا جائز ٹھہرانا چاہتے ہیں وہ اور نہیں تو یہی غور کریں کہ پہلے زمانہ کے مسلمانوں



نے جب تک تقویٰ کے حصول کی خاطر اپنا تمام مال خدا کی راہ میں دینا تو ہم ان ملاح کو کیوں کر پاسکتے ہیں اگر ہم حریت سود حکم کے پابند رہیں  
آیات بالا کو پہنچیں گا ہرگز کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت کسی کیسی زبردستی تھی کہ کس وقت سے تمام براہین کا قلعہ فتح کر دیا۔  
ہیں تعجب آتا ہے جب بعض مسلمان کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغداد اور حجاز کو اسلئے دور نہیں کر سکے کہ یہ ہم ملک  
عرب میں جڑ پکڑ گئی تھی اس بہت بڑا سود خوری تھی کیونکہ یہ ایک ایسی برائی تھی جس میں شہاں کو جو سوسائٹی میں بھی زیادہ  
اقتدار دے ہوئے ہیں واقعی فائدہ تھا اور اس خالی کے دور کر سکتے ہیں ہرگز اور کوئی مشکل کا شہ تھا لیکن غور کرو کہ کس مقتدرانہ  
پیرائیں حریت سود کا پر حکمت علم دیا گیا اگر تم اقیانوس سود میں چھوڑے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی لڑائی کے واسطے تیار ہو  
یہ دھکی لڑائی کی گفار کے برخلاف تھی کہ کوئی کہہ سکے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخالفین کے برخلاف اپنے پیروں کی طاقت پھر بڑی  
تھا بلکہ یہ خطاب مومنوں کو ہی تھا اور انہیں کو کھلے کھلے الفاظ میں کہا گیا تھا کہ وہ سود خوری سے باز آویں تو اللہ اور  
اس کے رسول کی لڑائی کی واسطے تیار رہیں لڑائی بھی کس کے ساتھ؟ اللہ اور اس کے رسول کیساتھ یہ الفاظ کسی انسان  
کے منہ سے نہیں نکل سکتے سوچنے کی بات ہے کہ ایک شخص جو ہر طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہو اپنے پیروں کو کہے کہ اگر وہ سود  
خوری نہیں چھوڑینگے تو وہ ان کے ساتھ لڑائی کا اعلان کر دے گا کیا ایسا شخص کسی برائی کی مذمت کرنے سے ڈر سکتا  
ہے اگر نہ صفت مزاج آدمی اس بات پر غور کرے تو اس کا دل عجیب لٹکتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا  
بھروسہ تھا اسکی مرضی کو پورا کر نیکی کے لئے اپنے دشمنوں کی پروا کی نہ دینوں کی اس خوش قلب پر غور کرو کہ ان لوگوں  
کو جو اس وقت تک ساتھ ہوئے تھے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم سود چھوڑو گے تو خدا اور اس کا رسول تمہاری خلاف جنگ کا اعلان  
کرتے ہیں نا خدا ترس مخالف کہتا ہے کہ آپ نے جمعیت حاصل کر نیکی بعد جنگ شروع کی مگر بتاؤ اس وقت کس کو ساتھ  
رکھنا اعلان جنگ کیا تھا آپ نے یہ پروا بھی نہیں کی کہ ساتھ کون ہو گا بلکہ یہی کہا کہ خدا اور اس کا رسول تمہاری ساتھ جنگ  
کرینگے اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں شہم کی برائیوں کے وہ کر نیکی ایک فوق العادہ اخلاقی طاقت نظر آتی ہے کسی اور  
صلح آمادی نے ایسی قوت اور جرأت نہ ہو کہ نہیں دکھائی ناظرین اس سے یہ بھی قیاس کر سکتے ہیں کہ سود خوری اور سود خور  
سے خود آپ کو کتنی بڑی نفرت تھی اور پھر اپنے پیروں کی نظر میں بھی آپ اسکو کیسا مار دینا چاہتے تھے سود خوری کی ایسی  
زور سے مذمت کرنا اس امر کو بخوبی ثابت کرتا ہے کہ کسی صورت میں اسکی روائت نہیں رکھی گئی اگر قرآن شریف کا یہ معاملہ تھا کہ  
بعض قسم کی سود خوری مثلاً جیسے کہ آجکل کا تجارتی سود ہر گز ہرگز تو اسکی مذمت میں ایسے سخت الفاظ نہ بولے جاتے بلکہ اور  
کسی بری کی نسبت ایسے سخت لفظ نہیں بولے اگر تم اسکو نہ چھوڑو گے تو تمہارا اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہو گا اور تمہیں دشمن اسلام  
سمجھا کر تمہارے ساتھ جنگ کیا جاوے گا اگر سود خوری کی کوئی فہم بھی سننے ہوتی تو ممکن تھا کہ ایسی لفظیں سود خوری سخت کر دیتے ہو۔  
اس مضمون کو پہلے حصہ میں ہی جگہ ختم کر کے دوسرے حصہ میں ان مختلف مضامین پر بحث کرینگا۔ جو سود کے  
جواز کے متعلق زمانہ حال میں بعض مسلمانوں نے لکھے ہیں۔



# اسلام نبیؐ

## (جواب پادری اسٹیل)

### مبحث

پادری صاحب کے مضمون کا اول حصہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو نشانہ امتزاضات بنایا گیا ہے ہجرت کے بیان سے ختم ہوتا ہے اس واقعہ کا ذکر وہ ان الفاظ میں کرتا ہے "اس وقت یعنی طائف سے واپس آنے کے بعد نقل مکانی کا خیال آپ کے دلیں پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس زمانہ کی ایک سورۃ میں ہم الفاظ ذیل پاتے ہیں "وَمَا أَشْرَكُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْتُكَ عَلَىٰ شَيْءٍ حَفِظْتَ الْأَنْفَامَ" یعنی مشرکوں سے کنارہ کش رہو اگر خدا چاہتا تو یہ مشرک نہ کرتے اور ہر تم کو ان پر کوئی مواظفہ نہ نہیں کیا پس حسن ہجرت آپ نے ارادہ کر لیا تھا اسکی منظوری وحی الہی سے حاصل کر کے آپ نے مدینہ کے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے شروع کئے جس جگہ کے چند حاجی عقبہ کی پہلی بیعت کی بوقت آپ کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے ایک سال بعد ایک بڑی جماعت نے عقبہ کی دوسری بیعت میں یہ قرار کیا کہ وہ آنحضرت اور آپ کے دین کی حفاظت کو اس ذریعہ سے کریں گے اور آنحضرت نے انکو کہا کہ تمہارا خون میرا خون ہے جس کا خون تم گراؤ گے اس کا خون میں بھی گراؤں گا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں جس کے ساتھ تم جنگ کرو گے اسکے ساتھ میں بھی جنگ کروں گا اور جس کے ساتھ تم صلح کرو گے اسکے ساتھ میں بھی صلح کروں گا پیغمبر (ص) اب عطا اور عین کے طریقوں کو جنہیں کامی ہوئی تھی چھوڑ کر کسی اور زبردست طریق کو عمل میں لانے کے لئے غور کر رہے تھے اسلام کی نئی ہوئی ملکی اور مذہبی ترقی ایک نئی حالت سے نکل چکی تھی اور اب ملکی اور سیاسی طور پر تمام عرب کو ایک طاقت بنانے کی سنجیدہ نیاز ہو ممکن العمل معلوم ہوتی تھی مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو بغیر ایک عہدہ اور ایک زینت کے نہیں چھوڑا چونکہ آپ کو اپنی رسالت کی انجام دہی کا سیاسی اور مذہبی آئندہ کسی زمانہ میں فتح کا پورا یقین تھا اسلئے آپ نے ایک امام پیش کر دیا کہ مسلمان ہی نہیں کے وارث ہو گئے ظالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے عظیم اشران اوقات میں ایک نیا ہی اہم واقعہ آپ کا مدینہ کو ہجرت کرنا ہے اور آپ کے معاذ رضی اللہ عنہم نے اسکی اہمیت کو سمجھ کر ہی اسلامی سنہ کا ابتدا واقعہ ہجرت ہی رکھا اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے متعلق کس قدر تفصیل سے لکھا جائے اور ان اوقات کو بھی بیان کیا جائے جو ہجرت کے پہلے واقع ہوئے کسی مصلحت سے مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر طائف کا ذکر کیا ہے کہ کسی بیرحمی سے وہ لوگ پیش آئے وہاں کو واپس کر

لوگ ملک کے جا رہے تھے

جب آپ مکین پہنچے تو ایام حج بالکل قریب تھے اور جیسا کہ پہلے بھی آپ کا دستور تھا اپنے ان مختلف قوموں کو جو موسم حج میں مکہ میں جمع تھیں تبلیغ شروع کی ایک ایک قوم کے ڈیرے میں آپ چلتے اور ان سے یوں مخاطب ہوتے کہ اے نبی فلاں میں تمہاری طرف خدا کا رسولی من و حکم پہنچا ہے کہ تم اللہ کی ہی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کچھ خدا کے سوا ان بتوں کی تم پرستش کرتے ہو ان کو بالکل چھوڑ دو اور میری بات کو مان لو اور میری تصدیق کرو اور لوگوں کو مجھ پر حملہ کر نیسے روکو یہاں تک کہ جو پیغام دیکھ اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسکو میں کھول کر بیان کروں۔ کبھی آپ ایک قوم کے ڈیرہ پر جاتے اور جب یہ خدا کا کلام سننے سے انکار کرتے تو پھر دوسری قوم کی طرف رخ کرتے اور وہی جواب دہاں بھی پاتے غرضیکہ تمام منازل میں پھر پھر کر عرب کی ایک ایک قوم کو بلا رہے تھے اب غور کرو کہ نبی الے غور کریں کہ وہ کیسی ٹرپ آپ کے دل کے اندر بھٹی کر عرب راہ راست پر آجاویں کہ آپ اس طرح سے دیوانہ وار یکے بعد دیگرے تمام قوموں کی التجا کرتے پھرتے تھے کہ کوئی میری بات سنے اگر ایسی ٹرپ کسی جھوٹے کے دل میں بھی ہو سکتی ہے تو یاد رکھنا جان کوئی اسکی نظیر پیش کریں اور پھر پکارا کہ اللہ تعالیٰ پر کیسا قوی ایمان رکھتا کہ ایک یا دو یا تین جگہ سے جواب پا کر ایوس نہیں ہو گئے گویا کہ آپ اس نقیض کا ل کیسا تھ ان ڈیروں میں پھر رہے تھے کہ ان میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو ضرور ہے کہ آپ کی آواز کو سنیں اور آپ کے پیغام کو قبول کریں اور گویا آپ انہی کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں آخر کاشیہ میں سوچ پر جب لوگوں کی واپسی کا وقت پہنچا تھا آپ کو ایک جگہ چھ آدمیوں کا ایک گروہ نظر آیا اور آپ نے انکی طرف رخ کیا اور جس طرح اور انکو خطاب کرتے پھرتے تھے انکو بھی خطاب کیا یہ لوگ سنی خراج میں اور مدینہ کے رہنے والے تھے انہوں نے آپ کا پیغام سننے کا شوق ظاہر کیا چنانچہ آپ بیٹھ گئے اور انکو قرآن شریف سنا شروع کیا اور حق کی طرف دعوت کی خدا نے تعالیٰ نے بھی ان لوگوں کو دل کو حق کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا اور رب سلام لے آئے اور مدینہ کو جو اس وقت بڑبڑا رہا تھا وہاں سے چلے گئے وہاں پہنچا انہوں نے اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ شروع کی اور اسلام نے وہاں حیرت انگیز ترقی کرنی شروع کی اور وفج جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان زبیرین مکہ میں ڈالا تھا وہ ایک سرسبز درخت کی صورتیں نشوونما پائے بڑھ چکا تھا اگلے سال قوم خراج اور اسکا بار آدمی حج کے موسم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف بیعت حاصل کرنے کے لئے آئے اور انکی بیعت عقبہ کی عین اولی کھلتی ہے اس مقام کے نام کی وجہ سے جہاں انہوں نے بیعت کی بیعت الفاظ پیچھے لاشترک باللہ شیبسا ولا لہم شریک ولا لہم شریک ولا لہم شریک اور لادنا نئی بھکتان نفتریدہ من بین ایدینا ولا جلدنا ولا انصیبنا فی معرف یعنی نہ ہم خدا سے شرک کریں گے نہ چوری کریں گے نہ زنا کریں گے نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے نہ کسی پر ہتھان باز کریں گے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی معروف امر میں نافرمانی کریں گے اس کے بعد اہل ینہ کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ اس غرض سے بھیجا کہ ان کو ایمان و نیکو مضبوط کریں انکو احکام دین اور قرآن شریف کی تعلیم میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو اس تبلیغ میں ایسی کامیابی ہوئی کہ اگلے سال کے موسم مدینہ میں بنی خزرج اور اس کے گھروں میں بہت بھگتوں کی گھڑی رہ گئی جنہیں کوئی نہ کوئی مسلمان نہ رہا۔

اور جس اتنا میں مدینہ منورہ میں اسلام کو یہ فتوحات حاصل ہوئی تھیں کہ میں کفار کے حالات میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم طرح طرح کی تکالیف اور ایذا رسائیوں کا نشانہ ہوئے تھے مگر اسوقت ان ابتدائی اور تکلیفی اور غموں کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب کی حالت جیسا کہ اس زمانہ کی وحی سے لگتا ہے حیرت میں ڈال دالی ہے ظاہری سالانہ رو سے تو دن بدن مشکلات بڑھتی جا رہی ہیں مگر کلام الہی دن بدن زیادہ پر شکوت اور تھکاہٹ الفاظ میں آنحضرت کے غلبہ اور بغاوتوں کی ذلت اور ناکامیوں اور نامرادوں کی خبر دیتا ہے جب جب انکو یہ سنایا جاتا تھا کہ انجام کار اسلام کا غلبہ اور اسلام کی فتح ہوگی اور کام مخالفت کی کوششیں اور منصوبے ناکام اور نامراد ہیں گے تب ہی یہ سوال کفار نے کیا یقولون متى هذا الوعد ان كنتم صادقين۔ یعنی یہ وعدہ یا یہ فتح کب آئے گی اور بار بار انکو کہا گیا کہ یقوم اعملوا علی ما تمکم انی عامل صوف تعلمون من یا تیبہ عذاب بخیرہ وین علیہ عذاب مقیم یعنی ای میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرو میں بھی اپنی جگہ پر عمل کر رہا ہوں پھر عنقریب تمکو پہلے لگا دینگا کہ اسکو وہ آفت آتی ہے جو اسی دنیا میں اسکو رسوا کر دے پھر آخرت میں اسپر دائمی عذاب نازل ہوا الزمر یا یہ کہا گیا وقل یقربوا الی معکم رقیب کہ اسوقت تم انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں (ہود) اور پھر یہ کہا گیا قل متربص فتربصوا فستعلمون من اصحاب الصلطا اسوی دمن ہندی (طہ) کہ وہ کہہ رہی اپنی جگہ پر پہنچی انتظار کر رہے ہیں سو تم بھی انتظار کرو عنقریب تمکو معلوم ہو جائیگا کہ سیدھے راستے پر کون ہیں اور وہ کون ہیں جو پر تیبہ لگے اور پھر فرمایا حتی اذا راو ما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرا و اقل عددا و قل ان ادری اقربیا توعدون ام یجعل لہ ربی املا (الجن) جب اس وعدے کو جو کیا جاتا ہے پورا ہوتا دیکھ لیں گے تو تب انکو معلوم ہوگا کہ کس کے مددگار ہوئے ہیں اور کس کا جتن تھا شمار میں کم کر کے جو مجھے علم نہیں کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہی ہے یا میرا پروردگار اسکو ایک خاص وقت تک ملتوی کر دینگا اور پھر فرمایا قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانہم ولا ینظرون فاعرض عنہم وامنظرنہم منتظرون (سجہ) کہ فتح کے دن کافروں کو انکا ایمان کچھ بھی فائدہ نہیں دینگا اور نہ ہی اس دن انکو ملت و سجادگی پس تم ان سے کنارہ کش رہو اور ان کی ذلت کا انتظار کرتے رہو کہ وہ تمہاری ہلاکت کا انتظار کرتے ہیں اور پھر عین اسوقت جب کفار یقین کر چکے تھے کہ اب بن حق نابود ہو چکا ہے فرمایا وقال الذین کفروا لیس لہم لخنر جنکم من ارضنا ولنتعودن فی ملتنا فادحی الیہم ربہم لیسئلہن انظاہلین۔ ولنسکتکم الارض من بعدہم ذالک لمن خاف مقاہمی وخاف وعیدہ واستفتحوا وخاب کل جبار عین۔۔۔ اور پھر اسی سورہ کا غیر پر ہلکا فرمایا ولسکتتم فی سکن الذین ظلموا انفسہم وتبین لکم کیف فعلنا بہم و ضربنا لکم الامثال۔ وقد مکروا صکرہم وعند اللہ مکرمہم وان کان مکرمہم لتتول منہم الجبابہ فلا تحسبن اللہ مخلف وعہدہ رسالہ ان اللہ عزیز ذو انتقام و بعضی کافروں نے اپنے پیغمبروں کے کما کرم منکر اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ گے تو خدا نے اپنے پیغمبروں کی طرف وحی کی کہ یقیناً ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور انکے بعد تمہیں کو اس زمین میں آباد کر دیں گے یہ وعدہ اس کے لئے ہے کہ جو میرے مقام

اور میرے وسیع دُعا ہے پھر پیغمبروں نے طلب فتح و نصرت کی اور ہر ایک سرکشِ ضروری ہلاک ہو گیا اور اسی لوگوں کو اتم انہی لوگوں کے گھر دیکھیں ہر چہ جنہوں نے پہلے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تمہیں بھی کھل چکا تھا کہ ہنسنے لگے ساتھ کیا کچھ کیا اور ہنسنے لگی مثالیں بھی تمہاری لئے بیان کیں اور یہ لوگ بڑی بڑی تیسریں کہہ رہے ہیں مگر انکی ہر سب تیسریں خدا کے ہاتھ میں مدوہ انکو توڑ کر دکھا دیگا اگرچہ انکی تیسریں ایسی مضبوط ہوں کہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیں پس ہرگز یہ خیال مت کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی پیغمبروں کو وعدہ کر چکا ہے اسکا خلاف کرے گا اللہ بیشک ہر دست اور انتقام لینے والا ہے (ابراہیم) بظاہر مشکلات کی کوئی حد نہ تھی مگر صرف خدا کے وعدوں کی بنا پر آپ کی حیرت انگیز یقین اپنی آئندہ کامیابیوں پر تھا یہاں تک کہ مخالفین نے بھی اسکے حیرت انگیز ہونیکا اقرار کیا ہے چنانچہ پیغمبر لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح پر اپنے مخالفین کو جان کر دنیا فتح کا چپ چاپ انتظار کرنا بظاہر حالات کی کسی اور کمزوری کی حالت میں ہونا اور آپ کی چھوٹی سی جماعت کا گویا بیشتر کے منہ میں ہونا مگر باوجود ان سب باتوں کے استقامت اور ثابت قدمی سے خدا تعالیٰ پر توکل رکھنا جسکا الہی رہ پانے کو سمجھتے تھے یہ ایک ایسا حیرت انگیز نظام ہے جسکی نظیر صرف پاک نوشتوں کے بعض حصوں میں بنی اسرائیل کی استقامت کے سوا کہیں نہیں ملتی۔

مدینہ میں جو کچھ کامیابی مصعب کہہ ہوئی اسکی خبر اگلے سال موسم حج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دہائی سے مدینہ اور مدینہ میں سموغ پر بیعت کے لئے حاضر ہوئے ملاقات کے لئے وہی جگہ مقرر ہوئی جہاں پہلے سال بھی اہل مدینہ نے بیعت کی تھی اور اسی لئے یہ بیعت عقبہ کی بیعت ثانیہ کے نام سے مشہور ہے رات کی بوقت تمہاری رات گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کو بھی کفر پر تھے ہمراہ لیکر سموغ پر پہنچے جہاں بینہ کی چوٹی سی جماعت آپکا پہلے سے انتظار کر رہی تھی جب سب لوگ بیٹھ گئے تو حضرت عباس اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر بولے کہ وہ ذریعہ (دربار) بنی خزرج اور بنی اہل دونوں کو اکٹھا بنی خزرج کے نام سے پکارتے تھے) نہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہم میں کیسا ہے اور اپنی قوم کے ان لوگوں کو جو اپنی آباؤ اجداد کی بات کی حفاظت کرنے پر ہر پاس اپنی قوم میں معزز اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں گراؤتے اب تمہاری طرف سے کہ ہے اور تمہاری ساتھ لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے پس اگر تم سمجھتے ہو کہ تم جس دھڑ پر ہال انکو بلائے ہو اسکو پورا بھی کرو گے اور دشمنوں سے انکی حفاظت کرو گے تو یہ بوجھ اٹھا لو لیکن اگر تم خیال کرنے ہو کہ تم ان کو دشمنوں کے ہاتھ میں دیدو گے تو انکا ساتھ چھوڑ دو گے بعد اسکے کہ وہ کہہ سے نکل کر آپ لوگوں کیساتھ جا ملیں تو ابھی سے اس خیال کو چھوڑ دو اور آپ کو اس جگہ ہنسنے دو کیونکہ وہ اپنی قوم میں معزز اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں راوی کہتا ہے ہم نے کہا ہنسنے تمہاری بات سن لی ہے اب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خود کلام کریں چنانچہ آپ نے پہلے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا اور انکو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلایا اور دین اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا پھر بعد اس کے کہا کہ میں تمہاری بیعت اس بات پر لیتا ہوں کہ تم میرے پرچہ کر بیسے دشمنوں کو اسی طرح دیکو جس طرح اپنی عورتوں اور بچوں پر حملہ کرنے سے روکتے ہو جب آپ یہ کہہ چکے تو براہِ رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست مبارک پکڑ لیا اور کہا کہ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہم آپ کی ایسی ہی حفاظت کریں گے جیسے ہم اپنی حفاظت کرتے ہیں



پس اس کے رسول ہماری بیعت لیجئے خدا کی قسم ہم لڑیں گے اور نہ ہوش لوگ ہیں جسکو ہم ہوش و رشہ میں پایا ہے یعنی بڑوں اور کمزور میں جو دشمنوں سے ڈر کر آپ کو دشمنوں کے حوالہ کر دینگے پھر اس نے کہا کہ اگر خدا کے رسول ہمارے اور لوگوں کے درمیان معاہدہ ہو اور اب ہمیں نہ توڑنا پڑیگا پھر اگر ہم ایسا کریں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنوں پر غالب کرے تو آپ یہ تو نہیں کریں گے کہ میں چھوڑ کر پھر اپنی قوم کے پاس چلے جاؤں اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم فرمایا اور کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا تمہارا خون میرا خون ہے جو تمہاری پناہ میں ہو وہ میری پناہ میں ہے میں تم سے ہوں درگم مجھ سے ہو جسکے ساتھ تم جنگ کرو گے میں بھی اس کے ساتھ جنگ کرونگا اور جس سے تم صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کرونگا اس کے بعد آپ نے اس قوم میں سے اپنی کے بارہ خقب مقرر کئے۔

ان آخری فقرات کو باقی عبارت الگ کے پادری کیل نے مورد اعتراض بنایا ہے حالانکہ خود بیعت الفاظ سے جبکہ بمعینہ لفظی ترجمہ نیز اوپر کر دیا ہے صاف ظاہر ہے کہ بیعت حفاظت اور دشمنوں کے حملہ کو روکنے کے لئے تھی نہ اپنے چڑھائی کرنے کے لئے چنانچہ اسکی حقیقت خود عباس نے اپنی تقریر میں بیان کر دی تھی کہ ابناک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ بنی ہاشم نے لیا ہے اور انکو اعدا یعنی قریش کے حوالے کر نیسے انکار کیا ہے اب جب وہ ایک حبشی قوم کے درمیان مالیش کر نیکے لئے جاتے ہیں تو حضور کے یہ قوم پہلے ہی معاہدہ کرے کہ انکو دشمنوں کے حوالہ نہ کر دینگے اور دشمن اگر اپنے حملہ کریں تو ہم انکے حملہ کو ایسا روکیں گے جیسا اپنے بچوں اور حملوں کو روکتے ہیں بیعت کے الفاظ پر اور اس سلسلے واقعہ پر خوب غور کرو کہ سولے حفاظت کے اسکا کچھ مطلب نہ تھا ابوطالب اور بنی ہاشم نے کہا حفاظت آنحضرت کی کی تھی یہ تو نہیں کیا تھا کہ تلوار پکڑ کر کفار کو کہا تھا کہ تم آنحضرت کا پھول کرو ورنہ ہم تمہاری گردنیں مارنے میں بلائی تھی حفاظت صرف یہ تھی کہ جب قریش نے یہ درخواست کی کہ آنحضرت کو انکے حوالے کر دیا جاوے اور آپ کو خون کا بدلہ نہ لیا جاوے تو ابوطالب نے اسے انکار کیا اور آخر کل بنی ہاشم نے آنحضرت کا ساتھ چھوڑا اور بنی سال تک شہر کے ایک کونین بند رہنا منظور کر لیا اسی ہی حفاظت انصار سے چاہی گئی اور یہ صاف لفظ تھے کہ انصار دشمنوں کے حملوں کو آپ پر کر دیں گے اور انصار کے جواب میں جب انہوں نے پوچھا کہ آیا آپ غلبہ کی وقت ہمارا ساتھ تو چھوڑینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پھول کہ جس سے تم جنگ کرو اس میں جنگ کرونگا اور جس سے تم صلح کرو اس میں صلح کرونگا یہ صرف اسی امر کے ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ اس وقت تک تمہاری ساتھی ہو نگا۔ باقی رہا انصار کا یہ خیال کہ آخر آپ کو دشمنوں پر غلبہ ہو گا سو اسکی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کوئی ایسا مطالبہ کیا گیا ہو بلکہ قرآن شریف پر اس سوال کی بنا تھی کہ چونکہ خاتمہ تعالیٰ کا قرآن کویم میں یہ وعدہ تھا کہ میں آخر کار آنحضرت اور انکو ساتھ رکھوں گا غالب کرونگا اور دشمنوں کو خذل اور ہلاک کرونگا یہ وعدہ یہاں تک کہ ان شریف میں ہرایا گیا ہے کہ مشکل کوئی ایسی صورت ملے گی جس میں اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو بیان فرمایا ہو اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو یہ یقین دلانا چاہا کہ جیسا اس سببی کی حالت میں تمہارے ساتھ ہونا ہوں بسا ہی غلبہ کی وقت بھی تمہارا ساتھ ہی ہوں گا اور تمہیں ایک ہونگے اس زیادہ ان الفاظ کا کوئی منشا نہیں ہے آپ نے بلو کہنے کو آپ کی ہر ادھر ہونے کی تھی کہ جو کام تم کرو گے میں اسی میں تمہاری پیروی کرونگا بیعت انصار آنحضرت کی کہ ہر پھر اور فرمانبرداری کا اقرار



انہوں نے یہ تھا کہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اُسے آنحضرتؐ انکی فرمانبرداری کا انذار کرتے مطالبہ کیا کہ صرف وحدت ظاہر کرنا تھا اور اس وحدت کو آپؐ کے آخروں تک نہ پایا کہ فتح مکہ کے بعد مکہ میں نہیں چلے گئے بلکہ انصار کے ساتھ ہی مدینہ میں آ کر رہے۔

عقبہ کی بیعت ثانیہ سے پادری سیل یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم وعظا اور غیر کے طریق کو چھوڑ کر جس میں آپؐ کا کام ہو چکے تھے ایک نئے طریقہ کو جو اس سے زیادہ درست تھا اس میں لائیکلی سماویہ کر رہے تھے یہ نتیجہ غالباً پادری صاحب نے صرف اس واقع سے نکالا ہے کہ بیعت الفاظ میں جنگ کو مد نظر رکھ کر حفاظت کا عندیہ لایا گیا ہے مگر بیعت الفاظ میں یہ صاف طور پر مذکور ہے کہ انصار دشمنوں کے حملوں کو روکیں گے آنحضرتؐ کی حفاظت کریں گے اور آپؐ کو دشمنوں کے سپرد نہیں کر دیں گے خواہ کچھ ہی ہو اب غور کر لو کہ اسکا مدعا صرف یہ تھا کہ قریش حملہ کریں تو اس صورت میں ہر طرح اپنی حفاظت کیجاو کر اور زبردستی لوگوں کو مسلمان بنانیکا اس میں کوئی ذکر نہیں میں پادری سیل اور اسکے پادری بھائیوں کو دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ کسی حدیث یا روایت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں دیکھا سکتا جس کا صراحتاً یا کنایتاً یہ مفہوم ہو کہ بیعت کی غرض اپنی حفاظت نہ تھی بلکہ اسلام کو زبردستی پھیلانا تھا باقی یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ قریش جنگ کے نتیجے میں صورت میں کئے حملوں کو روکنے کو نے اس بیعت میں مدد لیا گیا سو یہ کوئی نیا خیال نہ تھا جو انصار مدینہ کو دیکھ کر آنحضرتؐ کے دل میں پیدا ہو گیا ہو جنگ کی پیشگوئیاں تو قرآن شریف بطور امتحان ان سورتوں میں موجود ہیں جو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہو چکی تھیں اور انکا اوّل نام تبلیغ میں نازل ہونا متفقاً تسلیم کر لیا گیا ہے پس اگر پادری صاحب نے ایسا ہی نتیجہ نکالنا تھا تو عقبہ کی بیعت تک میں گئے ہی کہیں گے کہ ابتدائے ہی آنحضرتؐ جنگ کی نیاباں کہ ہر مضمون اور اسلام پھیلانیکے لئے تلوار کو ہاتھ میں لینا چاہتے تھے مثلاً سورہ بن میں جسکا نازل ہوا سورت مانا گیا ہے جب آپؐ طائف سے واپس آئے تھے یہ آیات میں حتیٰ اذا صلواتا ابو عدون فسیعلمون من اضعف ناصرا و اقل عددا یعنی جب کفار دیکھ لیں گے ان باتوں کو جنکا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت انکو معلوم ہوگا کہ کس مددگار کمزور ہیں اور کس کا جتنا کم ہے آپؐ اس جگہ مددگاروں اور حیفے کا ذکر صاف بتاتا ہے کہ جنگ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مددگاروں اور حیفوں کی ضرورت جنگ میں ہی پڑتی ہے کسی اور غرض کے لئے اور کفار کو یہ بتایا گیا ہے کہ آج مسلمان انکی نظروں میں تھوڑے اور کمزور ہیں تو وہ اپنے فخر نہ کریں عنقریب وہ دن آتا ہے کہ ثابت ہو جائیگا کہ کمزور اور نھوڑے کون ہیں اب طائف میں جو سلوک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا اسکے متعلق تو شاہ پادری سیل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ وہاں سے آنحضرتؐ کو کوئی ایسی امیدیں لیکر نہ آئے تھے آپؐ چلے کفار کیساتھ جنگ کر کے انکو تباہ کر دیں اور سورتوں میں جو اس زمانہ سے بہت پہلے کی نازل ہوئی ہوئی ہیں اس سے بھی زیادہ صراحت جنگ اور کفار کی شکست کی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں مثلاً سورۃ القمر میں جسکو راہول اور میہر دونوں نے ابتدائی زمانہ کی سورۃ مانا ہے۔ یہ پیشگوئی ہے۔ اُمّ یقولون نحن جمیع منتصر ۰ سیدہنم للجمع ویولون الذبیر کیا کفار کہتے ہیں کہ ہمارے بڑی جماعت ہر جو ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ عنقریب یہ تمام کی تمام جماعت شکست کھائے گی اور مسلمانوں کے مقابلہ

پیشہ پھر کر جائینگے ایسا ہی سہ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ بھی ابتدائی زمانہ کی وحی ہے جبکہ ماہنامہ لکھنؤ  
 من الاحزاب یعنی احزاب کا ایک لشکر جو تمہاری مخالفت پر اس جگہ آمادہ ہوا ہے اسکو شکست دیکر جاوے گی اب دیکھنا یہ ہے  
 کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ابتدائی زمانہ کے ہمراہیوں ان جنگوں کو مراد جنگ اور کفار کی شکست مراد شکست ہی  
 سمجھا یا کچھ اور سو اسکا ثبوت مئی سورتوں کے متن ہے سورہ احزاب میں جہاں جنگ احزاب کا ذکر فرمایا ہے وہ الفاظ میں کہ و لدا  
 المؤمنون الاحزاب قالوا هلا ما وعدنا الله ورسوله وما زادهم الا ايماناً و تسليلاً و جب مومنین نے احزاب  
 یعنی دشمنوں کے گروہوں کو دیکھا تو وہ بول اٹھے کہ یہ تو وہی موقع ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور رسول نے کیا تھا اور  
 اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے انکا ایمان اور انکی فریاد واری اور بھی زیادہ ہو گئی اب ان آیات سے کسی حدت  
 سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ابتداء سے ہی یقین تھا کہ ان پر چڑھائیاں ہوں گی اور کفار شکست کھا گئے اس جگہ مومنین نے  
 کفار کے لشکروں کا بڑا جتھا دیکھتے ہی یہ کہہ دیا کہ خدا اور اس کے رسول کا وعدہ پورا ہوا یعنی شکست کا انتظار بھی نہیں کیا بلکہ  
 ان کے جتھوں کو دیکھا اور وعدہ الہی کا ایک حصہ پورا ہوا دیکھا کہ جتھہ بچھ لیا کہ اب کفار کو شکست بھی ہوگی سبحان اللہ  
 کیا ایمان تھے دشمن ٹٹی دل کی طرح سر پر کھڑا ہے بھل گئے کھلنے کی کوئی راہ نہیں اور مومن خوش ہو رہے ہیں کہ اب خدا کا وعدہ  
 پورا ہو گیا یہی وہ موقع تھا جب بعض کمزوروں کو دل چھوٹ گئے تھے اور وہ طرح طرح کے بہانوں کی الگ ہونا چاہتے تھے  
 جبکہ اگر سب صلی اللہ علیہ وسلم کی سوا احزاب میں موجود ہر پسینہ تو ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مسلمانوں کو  
 بھی پہلے سے ہی علم تھا کہ کفار کی ان سر جتھیں جو نیوالی ہیں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہوں مگر میں یاد رہی ہے کہ پورا جتھا پورا ایک  
 بات کا علم نہیں ہو سکتا اسکی حقیقت میں قیاس آتا ہے کہ بعض اتنی بات کر کر لڑائیاں تو اپنی حفاظت کے لئے یقین مگر چونکہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ کو ان جنگوں کا پہلے سے خیال تھا جسکی بنا وحی الہی پر تھی ان لڑائیوں کی حقیقت  
 برکروہ دین کے نزدیک ہمیشہ چھپانے کی لڑائیاں بن گئی یقین جنہیں ناحق کفار کو گھر میں بیٹھے ہوئے دیکھ دیا گیا اگر پیشگوئیوں  
 سے واقعات کی حقیقت ایسی ہی بدل جاتی ہے تو یسوع کی کسی کسی پیشگوئی کا جو حصہ پورا ہوا اس کے متعلق پابصحا جان کیا  
 کہیں گے پس جنگ کے وقوع کے خیال کا ابتداء الہی مہینہ کے اسلام لانے یا عقیدہ کی بیعت ثانیہ کے وقت  
 پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے متعلق میرے پیشگوئیاں ابتداء سے ہی ہو چکی تھیں جب ابھی سولے معدودے چند  
 اشخاص کے کوئی انسان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھا اور آپ کی حالت نہایت ابتدائی تھی مگر  
 اس وقت جنگ اور پھر جنگ میں کفار کو شکست ان واقعات کو ایسا دور قیاس سمجھا جاتا تھا کہ کفار ان پیشگوئیوں پر  
 کہ وہ مغلوب ہو جائینگے ہنسنا کرنے لگے۔

یہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا ہر کہ عقیدہ کی بیعت ثانیہ کی غرض یہ تھی کہ اشاعت اسلام کے لئے بھائی و عطا دروغین کے  
 ابتداء ثانیہ میں لیکر برقی نوکوں کو مسلمان کیا جاوے اور اس سیاہ جھوٹ کے مرتکب پادری صبا جان جو ہندو نشان ہیں

صداقت کی تعلیم پھیلا دینے کے لئے اس بیعت کی کھلتی میں اسی قدر زیادہ مراحت اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان میں غرض منہ بنی حفاظت اور دشمنوں کے ہونے کا رکنا بخانا کوئی اور غرض قبل اسکے کہ انصار نے بیعت کا یہ اقرار کیا ہے اس بن عبادہ نقلہ الانصاری نے اٹھ کر اپنی قوم کو ان الفاظ میں مخاطب کیا کہ اے خنزیر کے گروہ! کیا تم جانتے ہو کہ کس چیز پر تم اس شخص پر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتے ہو انہوں نے کہا ہاں اس پر کیا تم اس کی بیعت سفید و سیاہ یعنی عرب اور عجم کی تم پر کرنے پر جس اگر تم سمجھتے ہو کہ جب تمہارا زناں حسین نے جاؤ تو تم میں کڑے کڑے لوگ جو اشراف الناس میں قتل کر دیئے جائیں گے تو انہی مصیبت کی وقت میں تم آنحضرت کو دشمنوں کے حوالہ کر دے گے تو ابھی تم اسکا ساتھ نہ دو خدا کی قسم یہ سب بڑی رسوائی دنیا اور آخرت کی ہے اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جس معاہدہ پر تم آپ کو بلا رہے ہو اسکو باوجود اللہ کے چھینے چاٹنے اور اشراف کے قتل کر دے تو پھر آپ کے لئے خدا کی قسم دنیا اور آخرت میں سب سے بڑا ہتھیار ہو گا اور اشراف کے قتل کر دے تو پھر آپ کا ساتھ دینے اور اسی شرط پر تم آپ کے بھتیجے ہیں اس لئے خدا کے رسول اسکا اجر بھی لیا گیا کہ آنحضرت نے فرمایا بیعت اسکا سب سے بڑا اجر اور اسودہ پر کی ہے جس کو ایک جلد باز پارسی جھٹ بول اٹھ گیا کہ اسکا نشانہ بیعت کا دین اسلام کے پھیلا دینے کے لئے ساری دنیا سے جنگ کرو لیکن جب اسی کی شریعت ہم پر اٹھ چڑھتی ہے تو یہ شرط کہ فہلک قالادہا وقتی الاشراف پر بھی ہم آپکا ساتھ چھوڑینگے اور دشمنوں کے لئے ہم آپ کو نہ کر دینگے صاف بتا رہی ہے کہ یہاں دشمنوں کی طاقت کا ذکر ہے نہ اپنے چڑھاتے تھے صرف عرب کے اندر ہی نہ تھے بلکہ عرب کا بھی تھے چنانچہ بنی نضیر میں آپ پرینے میں تھوڑے دنوں پر یونہی اپنے آدمیوں کو پھیل چکا تھا کہ آپ کو گرفتار کر کے لے آئیں جس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب نشان آپ کی حفاظت کا ظاہر کیا تھا جس سے سارا منصوبہ شاہ ایران کا خاک میں مل گیا اس صحابہ کے حوصلوں کا بھی پتہ لگتا ہے کہ وہ آدمی یہ اقرار کر رہے ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو تو ہم کل دنیا کا ہی مقابلہ کریں گے اور ہرگز ہرگز آپکا ساتھ نہ چھوڑینگے خواہ انکے سارے کے سارے سوال لوٹ لے جائیں اور انکے سردار اشراف لوگ سب قتل کر دیئے جائیں ایک ہی شرط جس پر ہر بار زور دیا گیا یعنی کہ کسی صورت میں آنحضرت کو دشمنوں کے حوالے نہیں کیا جائیگا اگر اسکے علاوہ پادری سیل صاحب ایک لفظ بھی ایسا دکھادیں جس سے معلوم ہو کہ اسکا بیعت میں یہ شرط بھی داخل تھی کہ ہم دین اسلام کو بزور شمشیر پھیلا دیں گے یا قتل درجہ پر یہی کہ ہم کفار کو چڑھا لیں گے انکو نیست نابود کر دیں گے اگرچہ ثانی الذکر معاہدہ بالکل درست بھی ہو تا کیونکہ کفار مسلمانوں کے چھوٹے سے گروہ کو سخت تکلیفیں دے چکے تھے لیکن اگر پادری سیل صاحب کی تالیف یا بیعت یا حدیث کی کتاب سے نکال کر دکھادیں تو میں اپنی تمام دلائل کو واپس لیکر انکی بات کو تسلیم کر لوں گا لیکن اگر یہ پادری صاحب کے پیر و مانع کا ہی اختراع ہے اور وہ اسکی کوئی اصلیت نہیں دکھاسکتے تو تو خدا کا شرم و جہاں پر کہ وہ اس بات کا کھلے طور پر اقرار کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ نے اسلام کو بزور شمشیر پھیلا دینا کبھی ارادہ نہیں کیا اصل بات صرف یہ ہے کہ انصار مدینہ کی طرف سے آنحضرت کی حفاظت کا ایسا وعدہ ہوا کہ آنحضرت کے مدینہ جانے کے لئے نہایت ضروری تھا جسکی

ایک وجہ تو میں پہلے بھی دے چکا ہوں کہ کمزیر بنی ہاشم اپنے تعلقات قرابت کے سبب آنحضرت کی محافظت کو اپنا فرض سمجھتے تھے مگر مدینہ میں انصار سے چونکہ اس قسم کے تعلقات نہ تھے اسلئے معاہدہ یا اقرار بیعت ان الفاظ میں ضروری تھا کہ وہ اخیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اسکا استفادہ تشریح کر دینا میں ضروری سمجھتا ہوں، اگر حفاظت سے کیا مراد ہے اسکا ہندوستان میں شلالاں رعایا گورنمنٹ کے زیر حفاظت یعنی اگر کوئی شخص کسی کو مار ڈالے تو گورنمنٹ اسے باز پرس کوئی کرے مگر گورنمنٹ کی حفاظت کا یہ منشا نہیں کہ ایک ایک فرد رعایا کیساتھ ایک پرہیزگار پولیس کار کھلے کوئی اسکو نہ مار ڈالے عرب میں ایسی منظم گورنمنٹ تو تھی نہیں پس ہر ایک قوم یا قبیلہ ہی گورنمنٹ کا کام دیتا تھا یعنی وہ حفاظت جو ہر ایک قوم کو گورنمنٹ کے نیچے ہونیکے حاصل ہے وہاں ہر ایک قوم یا قبیلہ کے فرد کو اس لحاظ سے حاصل تھی کہ وہ اس قوم کا یا قبیلہ کا فرد ہے ایسی حفاظت بنی ہاشم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی کیونکہ آپ بنی ہاشم میں سے تھے لیکن جب اپنی قوم کو چھوڑ کر کوئی شخص کسی دوسری قوم میں جاتا اور اس دوسری قوم کے ساتھ ہی رہنا یا ملنا پسند کرتا تو اسکے لئے ضروری تھا کہ اب وہ دوسری قوم اسکی حفاظت کا وعدہ کرے کہ وہاں تعلقات خون تو میں نہیں جتنے سبب ایسی حفاظت اسکو خود بخود حاصل ہوا انصار کی حفاظت کا وعدہ جو عقبہ کی بیعت ثانیہ کی وقت ہوا وہ اس دوسری قسم کی حفاظت تھی دوسری وجہ جس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقر رکے اور مستبوط وعدہ لینے کی کیا ضرورت تھی یہ تھی کہ قریش کے ارادے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہمیشہ بہت بدتر تھے اور وہ ہمیشہ ایسے منصوبے لگاتے رہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر یا جاوے پس جب آپ کہ میں تھو اسوقت تک قریش کم از کم استقر تو مطمئن تھو کہ وہ ہمارے زیر نظر ہیں جتنے چاہینگے انکا کام تمام کر دیگے اور انکے سلسلہ کو نیست نابود کر دیں گے مگر دوسری جگہ چلے جانے پر یہ بات باقی نہ رہیگی پس یہ ظاہر تھا کہ آپ کے مدینہ تشریف لیجانے پر انکی مخالفت کی آگ اور کھینچی سے بھڑک اٹھیں گی اور وہ پہلے سے کئی زیادہ سخت فرائض اسلام کو نیست نابود کر نیکی اختیار کریں گے اسکا قیاس اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب آپ طایف سے واپس آئے حالانکہ وہاں سے جس حالت میں واپس آئے وہ کفار کیلئے موجب خوشی کا تھا مگر کچھ بھی محض آپ کے دوسری جگہ تشریف لیجانے کی وجہ سے انکی مخالفت تیز ہو گئی تھی اور طایف سے واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کریں داخل نہیں ہو سکے بلکہ باہر ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ ایک سینہ جمع کی طرف سے آپ کو یہ اطمینان دلایا گیا کہ کفار شہرارت سے باز رہیں گے آپ نے یہ کیا ساتھ کریں داخل ہوئے جن لوگوں کی مخالفت کی یہ حالت ہو چکی تھی ظاہر ہے کہ ان کی مخالفت میں کیا امید رکھی جاسکتی تھی جب وہ بھی دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئی جماعت بنالی ہر جہاں وہ اپنے کام کو اپنے حسب انتشار بذریعہ تبلیغ ترقی دیتے ہیں اور یہاں وہ معمولی طریق سے انکو روک نہیں سکیں گے۔

اس نظام پر اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ انبیاء کو جو حفاظت کے وعدے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں یہ یہ ہر ان وعدے کے سنائی نہیں کہ انبیاء علیہم السلام معمولی انسانوں کی طرح حفاظت کے سامانوں سے فائدہ اٹھائیں یا ان کو نظر رکھیں یہی سمجھ میں نہ آتا آئی کا یہ منشا ہوتا ہے کہ ہر فرد کو وہ معمولی انسانوں کی طرح معمولی انسانی حالات کے



استحمت ہو رہی اور معمولی انسانی سامانوں کی ذمہ داری اٹھا سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ پھر بھی انکی حفاظت غیر معمولی طور پر کر رہا ہے اور ان راہوں پر انکو بچا کر نکالتا ہے جسے معمولی انسان بچ کر نہیں نکل سکتا مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کر دو آپ بیشک ایک ایسے خاندان میں تھے جو کہ میں عزت اور جہالت کھتا تھا اور آپ کے چچا ابولہب نے بیشک کل قوم کی مخالفت کو گوارا کیا مگر آپ کا ساتھ نہ چھوڑا اور آپ کو کفار کے حوالہ کر دیا مگر یہ جعفر حفاظت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر کی ایسی حفاظت اور بھی ہزار ہا انسانوں کو دنیا میں میسر ہوتی ہے جو درازا سی بات پتل کئے جاتے ہیں عرب کی طبایع ہی کچھ ایسی واقعہ خیز کہ ایک انسان کو مار ڈالنا ان کے نزدیک کچھ بھی وقعت یا حقیقت نہ رکھتا تھا وہ ایک سخت کینہ در قوم تھی جبکہ کہنے آجنگ شترہ آفاق ہے ادنیٰ ادنیٰ بات پر خون کر دینا انکے نزدیک معمولی امر تھا خواہ اسکے کیسے ہی بد نتائج خانہ جنگی کے سبب بھگتے پڑیں اب اپنی لوگوں کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش نہیں بلکہ علانیہ انکے بتوں کی مذمت کرتے اور خود انکو عذاب کی دھمکیاں دیتے تھے اگر آپ صرف اسی قدر کرتے کہ ایک کے زہب کا وعظ کرتے لیکن عربوں کے تو فی مذہب و رائج بن پرستی کے خلاف کچھ نہ کہتے تو انکو بھی آپ کی مخالفت کوئی سروکار نہ ہوتا مگر بتوں کی مذمت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب روز کرتے تھے اس سے بڑھ کر عرب کو اشتعال دلائی اور کوئی بات نہ تھی بلکہ یہ ایک ایسی بات تھی جو انکو دیوانہ کر دیتی تھی اب دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ نہادین کو اور رات کی اندھیری گھڑیوں میں باہر جاتے تھے اور کوئی پرہ آپ کیساتھ نہ تھا بخلاف آپ مسلح بھی نہ ہوتے تھے پس ایسے اشتعال کے ہوتے ہوئے اور اس سانی کے باوجود وہ کونسی چیز تھی جس کے کفار کو آپ کے قتل سے روک رکھا یا اگر کبھی انہوں نے کوئی منصوبہ کیا تو وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور اس میں کامیابی نہ ہوئی یہ بھی حفاظت انکی جو خدا کی طرف سے آپ کے شان حال تھی اور جس کے بغیر آپ ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکتے تھے ایسا ہی رہا کہ انکا اگتہ وقت بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ظاہری سامان حفاظت کے جو ایک معمولی انسان کرتا ہے لگایا یہ احتیاط آپ کی جان کو بچانے کے لئے کافی نہیں ہرگز نہیں اور میں آگے چل کر دکھاؤں گا کہ ان حفاظتوں اور احتیاطوں پر آپ کو کوئی بھروسہ نہ تھا اور نہ ہی یہ کافی تھیں بلکہ اصل بھروسہ آپ کا محض حفاظت انکی پر تھا اور یہ تمام سامان اسلئے آپ کرتے تھے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جہالتک انسان کی اپنی حفاظت کا سامان کرے اور اپنی جان کو اذیت دلاکت میں نہ ڈالے **وَاتَّقُوا بَابِیْكُمْ اِلٰی الْعَهْلِ** اب ایک اور امر قابل غور ہے اگر عقبہ کی ہجرت نامیہ کا منشا اسلام کو بذریعہ شمشیر پھیلانا تھا تو جو عہد انصاری لیا گیا تھا وہی عہد جہین بھی اہل مکہ سے بھی لینا چاہئے تھا مگر یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ جو مسلمان مکہ میں موجود تھے انہوں نے نہ از ضرور بیعت کی تھی ہاں صلح حدیبیہ کی وقت ایک بیعت کا لیا جانا پایا جاتا ہے سو وہ کئی سال بعد کا واقعہ ہے پس اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے بیعت اسوجہ پر لی تھی کہ آپ جانتے تھے کہ جب آپ مدینہ میں جائیں گے تو کفار قریش آپ پر حملہ آور ہونگے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار نے خود بلایا تھا کیونکہ دونوں روایتوں میں جو آپ پر نقل کی گئی ہیں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ **ہم**



یعنی جس مدد پر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا تے ہو مگر پادریسا جان کی یہ منطلق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شخص کہ کو چہ در کو بینہ میں تبلیغ کرنے یا ایسا ارادہ کر نیسے اس تبلیغ کی حقیقت کیونکر بدل گئی۔

پادری سیل نے یہ بھی دعوے کیا ہے کہ وعظ اور ترغیب کا طریق جو آنحضرت نے پہلے اختیار کیا تھا اس میں آپ کو ہلکی ہوئی اور اس لئے آپ نے یہ طریق یعنی زور و شمشیر دین پھیلا دینا اختیار کیا میں پوچھتا ہوں کہ خزرج اور اس کے راجہ مسلمان ہوئے کیا یہ وعظ اور ترغیب کا ہی طریق تھا یا زور و شمشیر ان لوگوں کو مسلمان کیا تھا؟ پادریسا صاحبان صرف اپنے مذہب کی خاطر یہ جھوٹ بنا یا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کو بذریعہ وعظ مسلمان بنا نیسے یا یوس ہو چکے تھے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ میں آپ کے ایک صحابی کے وعظ سے اسلام کا چرچا لگھڑ لگھڑ میں پھیل گیا تھا اور ایک ہی سال میں کئی لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور مکہ میں باوجود قریش کی سخت دعو کی مخالفت کے بہت لوگ مسلمان ہو چکے تھے جن میں سے بعض تو علانیہ اظہار اسلام کر کے تکلیف اٹھا رہے تھے اور بعض کمزور بھی انہی تکلیف کے ڈر سے کھلا اظہار اسلام نہ کر سکتے تھے اسلام کے رسول خود اپنے اندر ایسی کشش رکھتے ہیں کہ وہ دن بدن دلوں کو اپنی طرف کھینچے چلے جاتے تھے پس ان کا سیما یون کو جو کہ میں آپ کو حاصل ہوئی تھیں نامی کنا اگر کھرا کذب اختیار کرنا نہیں تو حماقت ضرور ہر ہاں اگر پادریسا صاحب کہتے کہ مکہ سے آنحضرت کا بھاگنا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے اس وقت تک وہاں قدم نہ جھمکتے تھے تو یہ اور بات تھی مگر اسکو صحیح معنوں میں نامی نہیں کہا جاسکتا سناشی شاہ حبش اور مدینہ کی اقوام خزرج اور ادس اور قریبا مین سو کے مرد و زن جو کہ میں تھے یہ سب وعظ سے ہی اسلام لائے تھے پادری سیل کے نزدیک شاید کامیابی کے یہ معنی ہوں کہ ایک آدمی گدھے پر سوار ہوا اور عوام الناس اور چھلا اسکے آگے خوشی کے نعرے بلند کر رہے ہوں مگر جب ذرا سی معیبت اس پر کرے تو ایک ہی آدمی اسکے ساتھ نہ رہے مگر کسی سمجھ دار انسان کے نزدیک ایک بانی مذہب کے لئے یہ امر کامیابی کا موجب نہیں ہو سکتا کامیابی قلیل و کثیر تعدد پر منحصر نہیں بلکہ اس بات پر منحصر ہے کہ جو آدمی ایک نبی کیساتھ ہوئے ہیں وہ ایسے تو ہیں جو چھلا کی طرح ایک بات سنکر خوش ہو گئے اور ذرا سی تکلیف کیوقت دم دبا کر ہاگ گئے اور کیا نہیں وہ سب اور استقامت پائی جاتی ہے جو نذیر سے شدید مصائب کیوقت بھی انکو متزلزل نہیں کر سکتی اسی قسم کے سیکڑوں آدمی آنحضرت کے مکہ میں وعظ کر نیسے پیدا ہو چکے تھے جن کے لئے خدا کی راہ میں مال و عزت و ماہر کا قربان کرنا تو ایک طرف رہا جان کا قربان کرنا بھی کچھ مشکل امر نہ تھا پادریسا صاحب اور میں تو سبور صاحب کے افلا کو ہی پڑھ لیں جو ان کی طرح دل سے دشمن اسلام ہے مگر جسکو صحابہ کی حالت دیکھ کر ان باتوں کا اثر کرنا پڑا اور پھر سوچیں کہ یہ کیسی کامیابی آنحضرت کی ہو چکی تھی کہ کتاب اس کو یعنی ہجرت ۱۲ سال پہلے مکہ اس ذلیل ملت میں مردہ پڑا تھا اگر ان تیوروں کی عجیب بندوبست یہ کہ کھائی کئی سوا دیو کے ایک گروہ جسے ہندی کو چوڑا ہاٹ کی بدستش اختیار کی اور ہر کام کو وہ خدا کی جی مانتے تھے اسکی سچے دل کو تاجدار کی رہا مگر اور بہت ہی خضوع و خشوع سے باز گاہ اتنی میں دعائیں کرتے اور اسی کے رحم کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے اور اعمال صالحہ سخاوت پاکیزگی اور مہمانہ روی کی راہوں میں چلنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کے دل اس اسلس سے

بھر چکے تھے کہ وہ ہر وقت ایک مقتدر ہستی کے تصرف کے نیچے میں اور اسی کو وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی ضروریات کا مہیا کر رہا اور اپنا رب سمجھتے تھے ہر ایک نعمت میں جو انکو ملتی زندگی کے ہر ایک معاملہ میں اپنے تمام کاروبار میں خواہ وہ افراد کے متعلق ہوں یا ملک کے غرضیکہ ہر ایک امر میں وہ خدا کا ہاتھ کام کرتا ہوا دیکھ رہے تھے اور سب کے بڑے بڑے کہ یہ نئی زندگی جس نے انکی طبیعت کو ایک عجیب لذت اور سرور پر بھر دیا تھا اسکو وہ خدا کے تعالیٰ کا خاص فضل سمجھتے تھے اور دوسری طرف وہ گویا یہ مشاہدہ کر رہے تھے کہ انکے اندر سے ہر وطنوں کا کھر پر باہر از تمام جمے رہنا انکی تسادد قلبی کی وجہ سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اندر زندگی کی روح پھونکی اور وہی خدا کے نیچے انکی نئی امیدوں کے سرچشمہ تھے اور اسی لئے وہ آپ کی سچے دل سے فرمانبرداری کرتے تھے استفادہ کھنڈ کی زمانہ میں مکہ میں اس عجیب تحریک کی وجہ سے درگزر ہو گئے تھے جو قوم اور قبیلہ کی پرانی تفریق کو بالائے طاق رکھ کر ایک دوسرے کے خلاف خونخوار مخالفت پر مکرستہ ہو گئے تھے سو منین نے کفار کی ایذا رسانی اور تکلیف ہی کو صبر اور استقلال کی برداشت کیا اور اگرچہ ایسا کونہیں سنوں سنے در اندیشی سے کام لیا مگر تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اعلیٰ درجہ کی برداشت اور بروباری دکھائی ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنے گھروں کو چھوڑ کر بکثرت میں جا پناہ لی گو اپنے ایمان کو ہاتھ کر دینا گوارا نہ کیا اور آپ اس سے بھی بڑی تعداد آنحضرت سمیت اپنی وطن الوف اور اسکے پاک عبادت گاہ کو جو انکے نزدیک کس روئے زمین پر سب مقدس جگہ تھی چھوڑ کر مدینہ کی ہجرت کی مدینہ میں اسی جبرت انگیز حادثے دو تین سال کے اندر ایک ایسی جان نثار جماعت تیار کر دی تھی جو اپنی جانوں کو آنحضرت اور آپ کے صحابہ کی حفاظت کے لئے قربان کرنے کو تیار تھی یہ وہی ہیں اپنے مذہب کا وعظمت سے کہ ہے تھے گروہ اپنی خواب سے بیدار نہیں ہوئے جب تک آنحضرت کی زندگی بخش آواز ان کے کانوں میں نہیں پڑی اور جب انہوں نے اس آواز کو سن لیا تو ایک نئی اور پر جوش زندگی کی روح سامنے ہی نہیں بھونکی گئی۔

یہ شہادت جو ایک سخت مخالف کے قلم سے نکلی ہوئی ہے ایک طالب حق کو یقین دلا دی گی کہ جو کامیابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کم میں تیرہ سال کے اندر ہوئی وہ دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر کامیابی ہے لیکن پادری صاحبان کو لئے اسلام کی کسی عمدگی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی فضیلت کا اقرار کرنا سوت سے بھی سخت تر ہے۔ مگر تعجب ہے کہ ایک فقرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کامی منسوب کر کے ساتھ ہی دوسرے فقرے میں پادری سبیل کہتا ہے کہ ”اسلام کی ملکی اور مذہبی ملی ہوئی ترقی ایک منزل کو طے کر چکی تھی اور اب عرب کی کل اقوام کو متفق کر لینا زیادہ قریب قیاس معلوم ہوتا تھا“ اب اس فقرے میں پادری صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی ہوئی تھی اور یہوں انکا دوسرا فقرہ انکے پہلے فقرے کی تردید کرتا ہے بات یہ ہے کہ ایک طرف تو پادری صاحب نے یہ دیکھا تھا کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار اٹھانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ وعظ کے ذریعہ کوئی کامیابی نہ ہوئی تھی اور دوسری طرف

انکو یہ ثابت کرنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسقدر جمعیت تھی جو تلوار پکڑ کر عرب کو فتح کر سکے اب پارہ بے صاحب خود ہی بتا دیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وعظ وین اسلام پھیلا نہیں ماکام ہوئے تھے تو وہ آدمی کہاں تھے جن کے بھروسے پر آپ نے تلوار اٹھائی اور اگر آپ کے ساتھ اسقدر زبردست افواج مل چکی تھیں حالانکہ یہ تو وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اسوقت تک آپ نے صرف وعظ سے ہی کام لیا تھا تو پھر وعظ میں ناکامی کیونکر ہوئی اصل بات یہ ہے کہ حق ان لوگوں و عودوں کے بین میں ہے نہ تو آپ ناپ کام ہی ہوئے تھے کہ آپ کیساتھ ایک بھی آدمی نہ ہو اور نہ ہی آپ اسقدر جمعیت حاصل کر چکے تھے جو زبردست شمشیر کل عرب کی جنگی افواہ کو فتح کر لے جنگ بدر میں جو آپ کی مشہور لڑائیوں میں پہلی لڑائی ہے جو ہجرت سے ایک سال اور عقبہ کی بیعت ثانیہ سے دو سال سے زیادہ عرصہ بعد وقوع میں آئی آپ کے ساتھ صرف ۳۰۰ منہل لڑینوالے تھے جنہیں وہ نوجوان بچے بھی شامل تھے جنگی عمریں ابھی تک میں سال تک بھی نہیں پہنچی تھی اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس سے دو سال پہلے آپ کے ساتھ کسقدر جمعیت جنگ کرینوالی تھی جسکے بھروسے پر آپ نے دین کو زبردست شمشیر پھیلا نا چاہا اس میں شک نہیں کہ بدر کے موقع پر کفار کی طرف سے بھی ایک ہزار ہی لڑینوالے نکلے تھے مگر اسکی یہ وجہ نہ تھی کہ ان کے پاس اس سے زیادہ لڑینوالے نہ تھے بلکہ وہ مسلمانوں کی طاقت کو اسقدر کمزور سمجھتے تھے کہ انہوں نے اسی فوج کو مسلمانوں کی جماعت کے نیست و نابود کر دینے کے کافی سمجھا تھا۔

عقبہ کی بیعت ثانیہ کے بعد آپ نے حکم الہی سے اپنے پیروؤں کو یہ اجازت دیدی کہ وہ مدینہ کو چلے جائیں چنانچہ سعاتیاریاں شروع ہو گئیں اور اکیلے اکیلے یا دو دو چار چار ہو کر مسلمان نکلنے شروع ہو گئے اور حتی الوسع انکی جنگی ٹھنی طور پر ہوئی تھی اب اگر قریش کی ایذا رسانی اس حد تک ختم ہو جاتی تو ہم سمجھ لیتے کہ انکو اسلام کے نیست و نابود کر دینے کوئی غرض نہ تھی بلکہ وہ صرف بتوں کی مذمت یا کسی اور وجہ سے مسلمانوں کا میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اور اسی لئے انہیں دھک دیتے تھے مگر جو کئے لے لے کر ایذا رسانی کا ایسا جھنڈا مٹا دیا کہ مسلمانوں کے کہہ کو چھوڑنے میں یہ اور بھی ترقی کر گئی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے اپنے دل میں یہ بھٹان لیا ہوا تھا کہ اسلام کو نیست و نابود کر کے ہی چھوڑیں گے اسلئے وہ یہ گوارا نہ کرتے تھے کہ مسلمان امن و سکون کو دیکھ جا آبا د ہوں کہ ان کو اندیشہ تھا کہ اگر ایسا ہوا تو اسلام کے پیر حرم جائینگے اور وہ انکی ترقی کو روک نہ سکیں گے چنانچہ اس موقع پر بڑی بڑی میر جمیوں کا از نکاب کفار نے پھر کہا مثال کے طور پر میں ایک نظیر بیان کرتا ہوں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے منہ اند کیساتھ آنحضرت کا حکم سنتے ہی کہ سے نکل پڑے انکی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا ابو سلمہ نے اپنی بیوی اور بچے کو اونٹ پر سوار کر کے خود اسکی مہار پکڑ کر بے سرو سامانی کی حالت میں مدینہ کا راہ لیا ابھی تھوڑی دور نکلے تھے کہ بنی مغیرہ کے بعض لوگوں نے انکو دیکھ لیا اور ابو سلمہ سے اونٹ کی مہار لیکر اسے تو جانے دیا اور اس کی بیوی اور بچے کو واپس لے آئے جب ابو سلمہ کے قبیلے بنی عبد الاسد کو اس کی خبر پہنچی تو وہ بچے کے دعوے دار ہوئے اور

دو دنوں فریقوں میں شکش ہوئی آخر پہنچے کونین بنی عبدالاسد لگے اور ام سلمہ اکیلی بنی مغیرہ کی حراست میں ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں صبح کو باہر نکلتی اور وادی میں بیٹھ کر شام تک وہیں رو یا کرتی اور اسی طرح ایک سال بھر گزر گیا ایک دن وہ اس طرح بیٹھی رہ رہی تھی کہ انکے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک کا گدرا پیر ہوا اسے ترس آیا تو اسنے بنی مغیرہ کو لامنت کی جھکا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی مغیرہ نے ام سلمہ کو اجازت دیدی چنانچہ وہ اپنے بچے کو بنی عبدالاسد سے واپس لیکر اکیلی مدینہ کو چلیں جب مقام تنخیم پہنچیں تو وہاں انکو عثمان بن طلحہ مل گئے اور جب انکو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اکیلی مدینہ کو جا رہی ہیں تو انہوں نے اونٹ کی ہمار پکڑ لی اور جب تک مدینہ میں انکو انکے خاندان کے پاس نہیں پہنچا دیا واپس نہیں ہوئے۔ غرض اس طرح سے جہاں قریش کا زور چلتا وہ بھل گئے والوں کو پکڑ کر سخت ایذا پہنچا دیتے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم صلی اللہ علیہ وسلم سے بن پڑتا چھپ چھپ کر نکلے جا رہے تھے بعض نے ان میں سے ایسا بھی کیا کہ کفار کو اپنا سارا مال دیکر نکل جائے پر رضامند کر لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں کہ مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گیا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما رہ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیست میں بار بار عرض کرتے کہ آپ کو بھی اب ہجرت کرنی چاہئے مگر آنحضرت ہمیشہ ہی فرماتے کہ مجھے ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں پہنچا یہ بات بہت قابل غور ہے کہ اس طرح چاروں طرف سے دشمنوں کے گھرے ہوئے ہیں اور دشمن ہی وہ جنکی غضب کی آگ مسلمانوں کے درمیان میں جانیسے اور بھی تیزی سے بھڑک اٹھی ہے ایسے حالات کے ماتحت کوئی مسلمان انسان ایک دن کیلئے بھی ایسی جگہ میں رہنا پسند نہ کرنا کیونکہ ظاہری حالات کے اس طرح تنہا دشمنوں میں ہونا ایک نہایت خطرناک امر تھا مگر ہمارے نبی کو ہم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خطرہ کی پرواہ نہیں کی اور نہ کسی دشمن کی دشمنی کو کچھ چیز سمجھا نہ انکی طاقتوں اور منصوبوں کی حقیقت سمجھی بلکہ یہی فرمایا کہ میں خدا کے حکم کا منتظر ہوں اب تیار ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایسا مضبوط ایمان اور اس کے وعدوں پر ایسا بھروسہ اور اس کے احکام کی ایسی فرمانبرداری کی نظیر کہاں ملتی ہے دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے اور دن رات آپ کے ہلاک کرنے کے لئے منصوبے کر رہے ہیں دوست سب کئی سویل کے فاصلے پر بیٹھے ہیں مگر آپ خدا کے حکم کے منتظر ہیں کہ کہ حکم دے اور جنگ اسکا حکم نہ آیا اپنی دشمنوں میں جو آپ کے خون کو پیاسے تھے رہنا پسند کیا نا خدا ترس مخالف ہر خوبی کی بات میں عیب تلاش کرتا ہے اس موقع پر مسیور صاحب آنحضرت کے اس طرح تنہا دشمنوں میں رہ جانے سے حیران ہو کر کہتا ہے کہ شاید اسکی یہ وجہ تھی کہ آپ اس بات کے منتظر تھے کہ درمیان سے یقینی خراس امر کی پہنچ جائے کہ آپ کے لئے وہاں انتظام حفاظت کافی ہے مگر یاد رکھنا کہ یہ خیال نہ آیا کہ اگر آپ کو اس قدر خیال حفاظت کا تھا تو کم میں تنہا دشمنوں میں کیوں بیٹھے ہوئے تھے کیا تعجب نہیں کہ اس شہر میں جہاں آپ کے متبعین کل جمع ہو چکے تھے جانیسے حفاظت کے خیال سے ڈریں اور کہیں تنہا دشمنوں کے اندر بیٹھے ہیں پھر اگر آپ کو اپنی حفاظت کا ایسا ہی خیال ہوتا تو جب طائف کو آپ اکیلے نکلے تھے اسوقت حفاظت کا کونسا سامان کر لیا تھا پارہ بھلے خود بھی اپنے بیان کے بودا ہن کو کسی قدر







پر اتمام حجت ہو چکا ہے جس کو وہ عذاب کی سختی ہو گئے ہیں اور متاثر کر تیل کے لئے وہ منصوبہ بازی کر چکے ہیں اب ہمیں اجازت ہے کہ تم اس شکر کو جو عذاب الہی کا مستحق ہو چکا ہے چھوڑ کر دینے چلے جاؤ۔ (باقی آئندہ)

## اسلامی خطرہ

پروفیسر ٹلے ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر نے حال میں ہی امریکہ کے ایک مشہور سیکرین میں ایک فمیل اجنواں "کیا مسلمانوں کو کوئی خطرہ ہے چھپو ایسا ہے اس آل کا جواب پروفیسر مذکور نے نفی میں دیا ہے سب سے اول اسلامی سلطنتوں کی حالت پر نور کو کے انجم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ روم یا ایران یا افغانستان یا مراکش و غیرہ کی سلطنتیں اس قابل نہیں کہ خود بخود عیسائی سلطنتوں پر حکم کر سکیں۔ ابتدا کرین اور علاوہ ان میں وہ سب کی سب کسی ایک یا زیادہ عیسائی سلطنتوں کے زیر اثر بھی ہیں لیکن زیادہ زور فرما سہی پہلو کے لحاظ سے اس فمیل میں دیا گیا ہے پروفیسر ٹلے کہتا ہے کہ خواہ افریقہ کی کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو اور وہ بھی اسکے نزدیک ہر خطرے کی حالت نہیں لیکن ضرور ہے کہ افریقہ کی اسلامی آبادی پر ہندوستان کے مسلمانوں کے طرز عمل کا اثر پڑے وہ اس بات کا غافل نہیں کہ کس طرح ہمدردی کے دعوے اروٹن ملک کے امن کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں کیا کہ حال میں ہی ہندی سولہائی نے انگریزی قوم کو سخت تکلیف میں ڈالا اگر ہندوستان کی نسبت وہ بالکل مطمئن ہے کہ وہاں مسلمانوں کے خیال اس اور صلاحیت کے ہیں اس لئے کہ وہ یہ بیان کرتا ہے جو میں اسکے اپنے الفاظ میں دیتا ہوں "ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے کامیاب میلان کیا ہے اس کی شہادت میں ایک نر مدعی مسیحیت مرزا غلام احمد کے بیانات اور تحریروں سے لیتی کر یہ وہی شخص ہے جس نے تقوہ اعرصہ ہواشت کا گوکے ڈاکٹر ڈوٹی کو پہنچا دیا تھا کہ وہ دعائیں انکا مقابلہ کرے اس طرح پر کہ ڈوٹی مذکور یہ دعا کرے کہ دونوں مسمیوں میں جو جھوٹا دعویٰ دوسرے پہلے مرعاجی جنگسہر متعلق احمد نے اپنے خیالات کا اظہار ہندوستان کے ایک سیکرین ریویو آف لیجسلیز میں ان صاف الفاظ میں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آخری مسیح پہلے مسیح کی طرح اسلئے بھیج دیا گیا ہے کہ وہ اپنا پیغام صلح اور اس کے پہنچا دے اور جہاد کی دعوت پر تشریف لے کر پھیلانکو موٹو کرے خود زمانہ حاسیان جہاد کو زبان حال سے بچار کر کہہ رہے ہیں کہ جہاد کے فریضہ اس شخص کو جو تلاش حق میں ہے کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا کوئی مہذب قوم اس زمانہ میں نہ رہی انراض کے لئے متوار یا تھ میں نہیں کھڑی بلکہ تمام مہذب ممالک میں ایسی عقاید میں پوری آزادی ہر ایک شخص کو حاصل ہے پس ان حالات کے ماتحت غامدی ہندی اور خونی مسیح کے منتظروں کو اپنی غلطی پر نشہ ہو جانا چاہئے ایسے عقاید اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مخالف ہیں اور نقل بھی ہیں اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہوتا کہ مسلمان اپنے مذہب کی خاطر لڑائیاں کر سکیں تو پھر اسے تھا کہ ہر وہ فنون جنگ میں بھی قوم دنیا کی تمام اقوام سے بڑھی ہوئی ہوتی مگر امر واقعہ یہ ہے کہ وہ فنون حرب میں اس قدر پیچھے رہ گئے ہیں اور عیسائی قومیں ان فنون میں اس قدر سبقت لے گئی ہیں کہ یہ خیال محض جھٹ اور فوجیہ کہ مسلمان عیسائیت کو تلوار سے کبھی نیست نہ لایا ہو کر سکین اس صاف منشا راہی یہ پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ

اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اسلام کو مذہب قرار دیا جائے کیونکہ اس کی کوشش کے بغیر ایک دوسرے موقع پر وہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی پہلی سورۃ میں پیشگوئی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک مسیح پیدا ہوگا جسے مسیح کی طرح پراکٹیک یعنی رتہ تواریخیں اٹھائیں گے بلکہ سچے دین کو آسمانی نشانوں اور زبردست دلائل کے ذریعہ سے پھیلانے کا پھر وہ کہتے ہیں کہ میں تمام دنیا کو اپنی اس پیشگوئی پر جو زمین و آسمان کے قادر مطلق خدا کے نام میں کرتا ہوں گواہ بٹھانا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے پیروں کو تمام ملکوں میں پھیلانے کا اور درجات اور دلائل کے رُوسے انکو تمام قوموں پر غالب کرے گا۔

اس کے بعد پروفیسر نے کوردہ الفاظ لکھنا ہے جس پر تمام مسلمان ہندوؤں کو رونا چاہئے وہ کتا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ہندوؤں کے تمام سمجھدار آدمی جہاد کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے ہوں گے اور ان حالات میں ہندوستان میں کسی مذہبی بغاوت کا ہونا اگر بالکل ممکن نہیں تو قریب قریب ناممکن ضرور ہے۔

اس میں شک نہیں کہ وہ معنی جنکو اسلامی خطرہ کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے سب بڑے بڑے غازی مہدی کے مفہوم میں لے جاتے ہیں اور جب تک یہ عقیدہ کہ ایک ایسا مہدی ظاہر ہوگا جو اللہ کے پیروں کو رونا چاہئے وہ کتا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ہندوؤں کے متعلق وہ عقیدہ آدمی ہرگز نہیں رکھ سکتا جس کا اعلان حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے عوام کو میں مخاطب نہیں کرتا کیونکہ وہ تو بولتے سمجھے جو بات علماء و کھدنگے ایک پیچھے لگتے گراں لوگوں کو اپنی قوت متفکر سے کچھ بھی کام لینا چاہتے ہیں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ جہاد کا عقیدہ کہ مہدی بروز ہمیشہ لوگوں کو مسلمان کرے گا یا نہیں اور کیا یہ قوموں کے سامنے ہمیں وہ اسلام پیش کرنا چاہئے جس کے عقائد کو ایک فاضل پروفیسر مسلمانوں کی اس پسندی اور صلح جوئی پر بڑی بہاری دلیل سمجھتا ہے پھر میں کہتا ہوں کہ اس احسان کا جو حضرت مرزا صاحب نے جہاد کا یہ غلط عقیدہ دور کر کے مسلمانوں پر کیا ہے مسلمان ہندوؤں نے کیا بدلہ دیا ہے بجائے اسکے کہ وہ شکر گزار ہوئے اور اس محسن کی قدر کرتے کا یہاں تکائی گئیں ایذا نہیں گئیں مقدمات کے لئے اور ہر طرح سے نیست و نابود کرنے کی تجویزیں گئیں آخر ایک فاضل عیسائی نے اگر اس بات کو قبول کیا کہ شیعہ اسلام یا مسلمان اس وقت جہاد کے غلط عقیدے کو چھوڑ رہے ہیں تو کس وجہ پر اسے اس وجہ پر کہ سلسلہ احمدیہ کا بانی ہی تعلیم دیتا ہے اور اس وجہ پر کہ یہ تعلیم ایسی معقول ہے کہ فاضل پروفیسر نزدیک کوئی سمجھدار مسلمان اس کے انکار نہیں کر سکتا کاش مسلمان غور کریں کہ اس سلسلہ کا یہ عقیدہ بڑا احسان ہے کہ ایک ایسے دھوکے کو جو کئی سو سال سے اسلام پر لگتا چلا آیا تھا اسی سلسلہ نے اگر دور کیا اور آخر اسلام پر کتنی جھڑپیں کر رہے ہوں اگر مسلمانان ہندوؤں میں اب کوئی خطہ جنگ کا نہیں کیونکہ وہاں سورہ مہدی اور مسیح پیدا ہوا تو مسیحی تعلیم جہاد کے خلاف ہر اریوں نے صرف مذہبی پہلو سے ہی بلکہ ملکی پہلو سے بھی یہ ایک عظیم الشان احسان بانی سلسلہ احمدیہ کا مسلمانان ہندوؤں پر ایسا ہی ایک اخبار میں جو نیو یارک میں نکلتا ہے اور جس کا نام آکٹینڈ سٹار ہے کوئی چھ ماہ ہے اسی اسلامی خطہ کے مضمون پر ہی بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مسلمانان ہندوؤں میں بالکل مطمئن ہیں کیونکہ انہیں ایم ہے ہاں ایک شاہ مسلمان مسیح مرزا غلام احمد صاحب ہے جو مسلمان انوار کے اندر تعلیم دیتا ہے لیکن یہ نارسول کھڑے ہوئے یہ کہہ رہا ہے کہ آخری مسیح اسے بھیجا گیا ہے کہ اپنا پیغام صلح اور امن پہنچائے اور جہاد یا مذہبی تلوار مسلمان کو اپنی بیع سم کو دور کرے نہ فساد کی آفت دنیا کے مختلف ممالک میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ اسلام کے ایک بڑے دھوکے کو دور کیا ہے اور

۱۰ اسلام میں کرنا چاہئے جس میں ہے یہ عزت و التعلیم و عقائد و امور دینی

یوں نہ صرف مسلمانوں کے ایک مذہبی عقیدہ کی غلطی کو ہی دور کیا ہے بلکہ ملکی ننگ میں بھی غلطی کو پہنچایا ہے کہ غیر اقوام کو یا خود گورنمنٹوں کو جو اپنی غلطی تھی اسکے دور کرنے میں بڑی بھاری مدد دی ہو ان تحریکات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہر سال کہاں کہاں تک پہنچا ہے اور اسکی تحریکات کو بڑے بڑے فاضل پروفیسروں اور اخبار نویسوں نے کس عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے پروفیسر ٹائے منجملہ ان اشخاص کے ہیں جنکو ہم دو تین سال سے مفت سالہ بھیج رہے تھے اور ہمیں کچھ علم نہ تھا کہ زیادہ اسکور دی میں ہی پھینک دیتے ہیں یا اسکو پٹھتے ہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو کیا اثر پڑتا ہے لیکن انکی اس تحریک میں بتا دیا ہے کہ یہ سلسلہ مفت رسالے باہر پھینچنے کا دین حق کے پھیلاؤ میں ایک نہایت ہی مفید طریق ہے جس سے تھوڑا خرچ کر کے اسلام کی بڑی بھاری خدمت ہو سکتی ہے اور اگرچہ ہمیں اسوقت علم نہ ہو سکے کہ کیا کیا مفید نتیجے اس سے پیدا ہوتے ہیں مگر یہ ایک سچ ہے جو یو یا جارہا ہے اور اسوقت پر یہ پورہ پھولے اور پھیلے گا

## میلو

**الفرقان:** حضرت مولوی عبدالکیم صاحب حوم کی آخری تصنیف ہے جو مرحوم اپنے آخری دنوں میں شریع کی کئی ۲۷ صفحہ تک چھپ چکی تھی کہ آپکا انتقال ہو گیا حکیم فضل بن صاحب نے اسی قدر حصہ کو ایک مختصر بابہ کیساتھ جو شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے شایع کر دیا ہے اگر اصل غرض مصنف مرحوم کی صرف ایک شیعہ کے خط کا جواب دینا تھا مگر قرآن کریم کی وہ سچی محبت جو آپ کے دل میں تھی جسکا ذکر آپ کتاب میں ان الفاظ میں کرتے ہیں ”اگرچہ بات لمبی ہوتی جاتی اور مقرر کردہ اندازہ سے کتاب کی ضخامت کے بڑھ جانیکا اندیشہ مگر قرآن کریم کے اکلام اور اسوا کی آرزو جو میری روح کی حقیقی غرض اور غذا ہے مجھے این جوانکے ملاحظہ کرنے پر پڑا کر کے تعلیم دیتی ہے کہ میں ایسے موقعوں کو کبھی مانتا ہوں کہ اس تھوڑی فرصت میں جو خدا نے نغالی کی مہربانی سے مجھے ملی ہے اسی کی توفیق سے کچھ زاد راہ پیدا کروں۔“ غرض اس سچی محبت کلام الہی کا جو آپ کے لفظ لفظ سے شکیبائی سے تقاضا تھا کہ آپ اس میں قرآن شریف کی بہت سی آیات کی نہایت لطیف تفسیر کی ہے اور عصمت انبیاء اور ذنب اور نافر کے معنوں پر قرآن شریف کی نہایت استدلال کئے ہیں یہ بیش بہا جو مرحوم کی آخری یادگار ہے حکیم فضل بن صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام دہلی سے ۲۷ قیمت کو دستیاب ہو سکتا ہے۔

**تعلیم الاسلام:** تنزیہ الاسلام کا جواب ماسٹر عبدالرحمن صاحب نے لکھا ہے جنکی کتاب اختیار الاسلام تین حصوں میں پہلو شایع ہو چکی ہے مصنف سے مل سکتی ہے۔

**مستحقہ احکامیہ:** محترم منظور الہی صاحب سوہدوی کی تصنیف ”دو آریکی باہمی گفتگو“ الفاظ مصنف گپ شپ ہے مصنف سیرمی ہے درخواست ہے کہ وہ اپنی تحریک کو جس میں وہ مناسبت اور سنجیدگی نہیں پائی جاتی جو مذہبی اور خصوصاً احمدی طرز میں ہونی چاہئے آئینہ سب سے مراد ہیں ۲۷ صفحہ قیمت ۲۷ شیخ یعقوب علی صاحب مالک الحکم سے مل سکتی ہے۔

**ضیاء الاسلام:** ماہوار مذہبی رسالہ مراد آباد سے نکلتا شروع ہوا ہے۔ اسکا دوسرا نمبر میرے پاس پہنچا ہے جس میں عمدہ مضامین ہیں



یہ فروری ۱۹۰۴ء (۱) تقبیر ہالہ اوفہ - ترجمہ - اس کے سچے آئے کی پیچہ انیوالی یعنی ایک زلزلہ آیا۔ اس کے بعد ایک اور آیا ہے  
 (۲) پر ہارائی - خدا کی بات پر پوری ہوئی - (۳) واما ما یفیع الناس فیکث فی الامرف - ترجمہ - اور جو چیز کو کوکوفت و بکوفت ہے  
 وہی زمین میں مٹھ رہے گی یعنی جو انسان خلقت کو فائدہ پہنچا نیوے میں ان کو زندگی عطا کیا جائیگی ۳۔ فروری ۱۹۰۴ء رات کو تین بجے  
 کے قریب جبکہ بادل نہایت زور سے گرنے رہا تھا۔ الہام ہوا۔ اسٹون مائرین پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں۔ فرمایا اس وقت ہمارا شغل ہی  
 ہوگا۔ کہ نماز پڑھیں اور خدا کی عہد کا نظارہ دیکھیں۔ ۸۔ فروری ۱۹۰۴ء رات میں کہتی ہو۔ نبی اللہ کنت لا اعرفک - ترجمہ -  
 اگر اللہ کو نبی میں سمجھ نہیں پہنچا تھی۔ رہا ایک دانہ کس کس نے کھانا کھانے پر غم و غمہ و وحۃ اسمعیل فالحضہ احتی تحتر  
 ترجمہ اس کا ہم اور غم باہر نکال دیکھا۔ اسمعیل کے درخت کو پس اس کو پوشیدہ رکھ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جاوے۔ ۸۔ فروری ۱۹۰۴ء  
 میں دیکھا کہ وہ ہمارے باغ کو قریب ایک نہر روان ہو میں کہتے ہوں کہ اب باغ جلد چند روز میں پرورش پا جائیگا۔ اور اگر پانی نہ ہی ہوگا  
 تب ہی سہرہ ہو جائیگا۔ میرے نزدیک اس کی تعبیر یہ ہو کہ باغ مراد اپنی جماعت ہو اور نہر مراد نصرت اور تائید الہی ہو جو نشانوں کے  
 رنگ میں ظاہر ہوگی۔ ۹۔ فروری ۱۹۰۴ء میں دیکھا کہ ایک جماعت کثیر میرے پاس کھڑی ہو چکی ماکم آیا اور اس نے کہے ہو کہ کہا کہ  
 کیوں اس جماعت کو منتشر کیا جائے میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی مخالفت نہیں صرف تعلیم پاتے ہیں۔ پھر اس ماکم نے کہہ گویا وہ ایک  
 فرشتہ تھا آسمان کی طرف منہ کر کے ایک دو باتیں کہیں مجھ میں پھر اس نے مجھ کو طلب کر کے کہا۔ کہ سلام۔ اور چلا گیا،

### ہنگالہ کی نسبت ایک پیش گوئی۔

۱۱۔ فروری ۱۹۰۴ء۔ الہام ہوا۔ پہلے ہنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دہائی ہوگی

ایک پوشیدہ خبر شائع ہونے کی پیش گوئی۔

۱۱۔ فروری ۱۹۰۴ء اول کسی نے کہا۔ کرنسی نوٹ۔ پھر ایک کتاب مجھ دیکھی گویا وہ کرنسی نوٹ تھی اور پھر الہام میری زبان پر  
 جاری ہوا۔ دیکھو میرے دوستو اخبار شائع ہو گیا۔ (فرمایا۔ اجناس سے مراد خبر ہے)

### اعانت اور خریداری

خدا کا احسان ہے کہ سلسلہ اعانت اور خریداری برابر جاری ہے۔ اگرچہ ابتدائی جوش اس میں نہیں۔ مگر ایک امر خصوصاً قابل ذکر  
 ہے کہ وہ احباب جو اس سلسلہ سے تعلق نہیں رکھتے انہوں نے بھی خود بخود رسالہ کی قدر افزائی کی طرف توجہ کی ہے۔ میرے کرم مولانا  
 مولوی محمد جلالی صاحب لکھنؤ سے ایک خط میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کو لکھتے ہیں کہ ریو پڑ آفیس میں کو میں ہندوستان  
 کے تمام رسالوں سے اعلیٰ و افضل خیال کرتا ہوں، مگر معطلہ اوام احمد شرفیاسی مدرسہ صولیہ کے مہتمم صاحب نے یہی ابتداء اس  
 رسالہ کی جلدین طلب کی ہیں جو جلد کر کے بھیج دی گئی ہیں۔ کئی ایک احباب خود نمونہ دیکھ کر خریداری بھی ہوئے ہیں۔ اور



پچھلے سالوں کی پوری پوری مجلس طلب کی ہیں۔ اعانت میں اس مہینہ میں غیر احمدی احباب میں سرفاس طور پر قابل ذکر جناب مرزا سلطان احمد صاحب اکثر اسسٹنٹ کمشنر اور ڈاکٹر عبدالغفار صاحب اسسٹنٹ سرجن بنوں اور شیخ عمر بخش صاحب وکیل لاہور ہیں۔ جنہوں نے اپنی خرچ پر بیرونجات میں مفت پرچے بھیجے کیلئے کئی کئی رسالوں کی قیمت بھیجی ہے۔ احمدی احباب نے ۲۰ روپے سالے کو خریدار ماہ جنوری و فروری میں حسب ذیل دیئے ہیں۔ قاضی نعمت خاں صاحب پیشاور نے ۵۰ روپے سالے صاحب جہلم اور بابا محمد منظور الہی صاحب بھٹنڈہ اور ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب موزے چار چار۔ بابا محبوب عالم صاحب لاہور اور منشی محمد نواب خاں صاحب گجرات اور سید قاسم علی صاحب دہلی نے تین تین۔ سید محمد علی شاہ صاحب بدو علی منشی نور الدین صاحب دہر کوٹ رندھاوا۔ اور مولوی محمد فضل صاحب چنگوی دو دو۔ اور مفصلہ دیل احباب نے ایک ایک خریدار دیدیا منشی عطاء محمد صاحب چوہدری والہ۔ چوہدری محمد خان جسروال۔ میان عبدالسلام کاٹھہ گڑھ۔ میان محمد ابراہیم کراچی۔ منشی محمد صدیق مہاراجکم۔ منشی برکت علی گڑھ شکر۔ بابا شاہ الدین لارنس پور۔ منشی طفیل احمد چندوی۔ جناب حامد صاحب ٹھیکر مولوی غلام حسن صاحب پیشاور۔ مولوی فضل کریم قلعہ صوبہ سنگہ۔ منشی نواب الدین صاحب پسرور۔ بابا محمد الہی کوہاٹ۔ منشی محمد یونس مردان۔ میان محمد یونس محمد خلیل مٹی۔ منشی غلام محی الدین۔ محمد ابراہیم بن حاجی موسیٰ کراچی۔ منشی عبدالحق پسرور میان محمد عبداللہ بیہنی۔ منشی صاحب بخش بیہنی۔ ایس ایم عبدالرحمن صاحب۔ منشی ناظر حسین سہارنپور۔ منشی محمد سلطان صاحب میان احمد علی مرار۔ منشی رمضان علی۔ منشی نعمت خاں صاحب پہلور۔ میان عبدالرحمن مٹی۔ چوہدری رستم علی انبالہ۔ احمدی احباب نے اعانت کاروپہ حسب ذیل دیا ہے۔ منشی محمد ظفر والہ میان رحیم بخش پٹیالہ عصر شیخ نور احمد لاہور۔ للہ میان الہ بخش دیام۔ میان دوست محمد جہلم للہ۔ میان الہ ونا گولادہ عصر مولوی عبداللہ کھل چک نمبر ۱۰۷ نے خواجہ کمال الدین لاہور عصر بابا امام الدین کوہاٹ۔ منشی غلام نبی کوہاٹ۔ ڈاکٹر مختار علی خان برہہ۔ شیخ علی محمد ڈنگہ عصر جماعت شملہ شملہ بابا گل بابا دہر سالہ سٹے۔ میان فضل الدین سری نگر عصر میان کریم بخش لاہور۔ منشی ہاشم علی سردال گڑھ۔ منشی عبدالرحمن صاحب کلکتہ شملہ۔ چوہدری رستم علی انبالہ۔ بابا عبدالرحمن انبالہ عصر شیخ میران انبالہ۔ جماعت جہلم کے گزیر برکت علی خان ہانگ کانگ عٹلہ۔ جماعت کوہاٹ لم میان الہ بخش غلام حسین اترسر۔ منشی محمد شفیع گوجرانوالہ ۱۲ میان انام بخش منی پوآسام سے۔ میان عصمت اللہ گجرات عجم میان احمد صاحب گجرات عجم۔ ماسٹر ہدایت اللہ جہلم سے بابا فیروز علی سے چوہدری مولاداد خان رجھانوالہ للہ۔ جماعت احمدیہ پیشاور عٹلہ۔ جماعت احمدیہ لائل پور عجم۔

نوٹ: اس سال سہ اشعار اللہ یہ اہتمام کی جادہ لگا کہ جو احباب خریدار دیئے ہیں یا اعانت کاروپہ بھیجتے ہیں ان کا نام ماہ بنام شائع ہوتے ہیں گے۔

فیچر ریویو

مطبع میگزین تادیان میں فیچر میگزین کے اہتمام سے بار دوم چھپکر شائع ہوا۔